مسئلہ حاضر و ناظر

تالیف حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی

در جواب حاضر ناظر

خارجی وھابی دیوبندی نجدی منظور نعمانی مدیر الفرقان

اشاعت اول ۱۹۶۵ء
اشاعت دوم ۱۹۶۶ء

ناشر
محدّث اعظم اکیڈمی
کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد (یوپی)

قیمت ۷۵ پیسے

: مطبوعہ سرفراز قومی پریس لکھنؤ :

دوسرا ایڈیشن

محدث اعظم اکیڈمی کے سامنے بعض ایسے افکار و مسائل تھے جن کی تکمیل ضروری بھی تھی اور ناگزیر بھی ـــــــ یہی وجہ ہے کہ مسئلہ حاضر و ناظر کی اشاعت ثانی معرض التواہی میں رہی۔ یہ بھی خیال تھا کہ عزیز القدر مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدعمرہٗ کو ذرا فرصت میسر ہو تو انھیں نظر ثانی کیجانب متوجہ کیا جائے۔ خدا خدا کر کے وہ ملے بھی تو ایسے عالم میں کہ ان کے ایک طرف ملک کے مختلف گوشوں سے آئے ہوئے خطوط کا انبار اور دوسری طرف چند کتابوں کے مسودے، مضامین کے تقاضے اور پریس والوں کے تقاضے ـــــــ اس نازک صورت حال کے باوجود مولانا نے اکیڈمی کو مایوس نہ ہونے دیا۔ انھوں نے مسئلہ حاضر و ناظر میں بعض اضافے کیے، کتاب کی افادیت کو بڑھایا اور اپنے ہمہ وقتی علمی مشغلوں میں بھی کوئی فرق نہ آنے دیا۔ جن حضرات کو علمی اور تحقیقی کاموں کی نزاکتوں اور دشواریوں سے واقفیت ہے وہ محسوس کریں گے کہ مسئلہ حاضر و ناظر کا دوسرا ایڈیشن جتنے کم وقت میں مرتب کیا گیا ہے وہ مؤلف کے وسیع اور گہرے مطالعہ کے ساتھ ان کے انہماک و تن دہی کا بھی آئینہ دار ہے۔

دولت خانہ
کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد

سید حسن مثنیٰ انور
ڈائرکٹر محدث اعظم اکیڈمی
۱۷ نومبر ۱۹۶۶ء

تعارف

پہلا ایڈیشن

جناب مولوی محمد منظور نعمانی صاحب مدیر الفرقان بریلی نے ایک صاحب کے استفسار پر رسالہ "حاضر ناظر" تحریر کیا تھا جس کا دوسرا ایڈیشن میرے پیش نظر ہے۔

اس رسالے میں انھوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ بالکل بے اصل بلکہ نصوص صریحہ شرعیہ کے خلاف اور مشرکانہ عقیدہ ہے"۔

اور پھر اپنے اس دعوےٰ کے اثبات میں چند آیات قرآنیہ، بعض احادیث اور اقوال علماء و مشائخ پیش کیے ہیں۔ سواد اعظم کے مسلک سے اختلاف رکھتے ہوئے مدیر الفرقان نے اپنے مذکورہ دعوےٰ کی صحت کے لیے بظاہر "براہین قاطعہ" کا انبار لگا دیا ہے لیکن یہ دیکھ کر واقعی بے حد حیرت ہوتی ہے کہ قرآن حکیم کی جس آیہ کریمہ سے وہ اپنے مدعا کو تقویت دیتے ہیں وہی ان کے دعوےٰ کی نفی بھی کرتی ہے اور جس حدیث کی موافقت پر انھیں پورا اعتماد ہے وہی ان کے نظریہ کا بطلان بھی کرتی ہے۔ اسی طرح علماء و مشائخ کے اقوال بھی ان کے حق میں مضرت رساں ہی دکھائی دیتے ہیں۔

ع "جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے"!

مدیر الفرقان کی "انتخابی نظر" کو چیلنج کرنا میرا مقصود نہیں۔ وہ بلاشبہ اپنی مخصوص جماعت میں ایک علمی وجاہت رکھتے ہیں اور ان کا شمار اکابرین جماعت میں کیا جاتا ہے لیکن یہاں جس نہج پر گفتگو ہو رہی ہے اس کے پیش نظر ان کا یہ "طرز عمل" شاید انھیں کو نظر ثانی کی دعوت دے!

بڑی خوشی کی بات ہے کہ فاضل علوم اسلامیہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی جانشین حضور محدث اعظم ہند قدس سرہٗ نے رسالہ "حاضر ناظر" کا علمی سطح پر محاکمہ کیا، تحقیقی چھان بین کی، تنقید کی خراد پر چڑھایا اور عقیدۂ حاضر وناظر کی حقیقت روز روشن کی طرح واضح کر دی۔ مولانا کا یہ خیال انگیز مقالہ پندرہ روزہ "رضوان" لاہور میں ۱۵ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء تا ۲ر فروری سنہ ۱۹۶۱ء بلاانقطاع اور مسلسل شائع ہوتا رہا۔ محدث اعظم اکیڈمی کی درخواست پر انھوں نے بعض مفید اضافوں کے ساتھ اس مقالے کو کتابی شکل دی اور اب یہ کتاب "مسئلہ حاضر وناظر" کے نام سے منظر عام پر لائی جا رہی ہے۔ اُمید ہے کہ اسلامیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے یہ کتاب فکر ونظر کا وافر سامان مہیا کرے گی!

سید حسن مثنیٰ انور

۳۰ر ۸ر ۱۹۶۵ء

ڈائرکٹر

محدث اعظم اکیڈمی، کچھوچھا شریف ضلع فیض آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک
یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی من کان نبیا وادم
بین الماء والطین وما ارسلہ ربہ الا رحمۃ
للعالمین۔ اما بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے مسئلے کو کسی مزید روشنی کا محتاج نہ ہونا چاہیے تھا لیکن کم مائگی علم کی وجہ سے یہ الجھی نظری ہوتا جا رہا ہے۔ جہلا کو تو جانے دیجیے بعض صاحب ہوش بھی "جماعتی تعصب" کی بنا پر اس عقیدہ کی بجائے پیدائش "شرک" گو بتاتے ہیں اور اسے عقیدہ "تثلیث" کے دوش بدوش دیکھتے ہیں۔ باور نہ ہو تو آپ جناب مولوی منظور احمد صاحب نعمانی مدیر الفرقان بریلی کا چار ورقی رسالہ "حاضر ناظر" ملاحظہ فرمائیے جہاں ان کا قلم اس عقیدہ کو "مشرکانہ عقیدہ" لکھتے ہوئے ذرا بھی رکاوٹ محسوس نہیں کرتا۔ وہ رقمطراز ہیں:-

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ بالکل

بے اصل بلکہ نصوص صریحہ شرعیہ کے خلاف اور مشرکانہ عقیدہ ہے
"علی کل شیئ شہید" اور "بکل شیئ محیط" صرف
حق تعالیٰ کی صفت ہے۔ اس گمراہانہ عقیدہ کو اسلامی تعلیمات سے
اسی قدر بُعد ہے جس قدر بت پرستی اور عقیدۂ تثلیث کو اسلام اور
عقیدۂ توحید سے۔ اگر اس عقیدہ کے خلاف نصوص الحق نہ ہوتے
جب بھی اصول اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہ تھی لیکن صورت
حال یہ ہے کہ کتاب وسنت میں اس کے خلاف بے حساب دلائل
موجود ہیں جن کا انحصار اور استیعاب بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

(رسالہ حاضر ناظر، دوسرا ایڈیشن صہ ۲)

اب ان سے انھیں کے انداز میں آخر کون جاکر یہ کہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ بالکل نصوص صریحہ شرعیہ
کے موافق اور موحدانہ عقیدہ ہے۔ "علی کل شیئ شہید اور بکل
شیئ محیط" جیسی صفات کی لیے کے مستجمع نے اپنے محبوب کو بھی حاضر وناظر
ہونے کی صفت سے نوازا ہے۔ اس موحدانہ عقیدہ کو اسلامی تعلیمات سے
اسی قدر قرب ہے جس قدر خدا پرستی اور عقیدۂ بطلان تثلیث کو اسلام اور
عقیدۂ توحید سے [1] اگر اس عقیدہ کے موافق نصوص الحق نہ بھی ہوتے

---

[1] اسی لیے تو جمہور علمائے اسلام اور اسلاف ذوی الاحترام کو کبھی بھی اس مسئلہ
میں اختلاف نہیں رہا جیسا کہ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ و

جب بھی اس کے خلاف موشگافی کی گنجائش نہ تھی لیکن صورت حال یہ ہے کہ کتاب و سنت میں اس کے موافق بے حساب دلائل موجود ہیں جن کا احصار و استیعاب بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اس سلسلے میں نعمانی صاحب کے دلائل کو نقد و تحقیق کی روشنی میں لانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حاضر و ناظر کے معنی واضح کر دیئے جائیں پھر ان ہی کی خانہ تلاشی لے لی جائے کہ ان کے اکابرین کا حضور آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے متعلق کیا عقیدہ ہے اور آخر میں اس عقیدہ کی صحت میں کتاب و سنت سے استدلال بھی مختصراً پیش کر دیئے جائیں۔ اس طرح حدود کار کو متعین کرنے میں مجھے بھی سہولت رہے گی اور ناظرین بھی کسی پریشان خیالی کا شکار نہ ہو سکیں گے۔

(بقیہ حاشیہ از صـ)

والرضوان اپنے رسالہ "سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل" میں فرماتے ہیں:۔ ــــــ "باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی ست و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی ست" ــــــ

یعنی ــــــ باوجود اتنے اختلافات وکثرت مذاہب کے علمائے امت میں

حاضر و ناظر کا معنی قوت قدسیہ والا جو ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کا مشاہدہ فرمائے اور ان کا علم رکھے

یا ___ ایک آن میں تمام عالم کی سیر کر سکے

دور و قریب کی آواز سے اور صدہا میل پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ یا اسی جسم سے ہو جو کہ قبر میں مدفون یا کسی جگہ موجود ہے

یا ___ ایک وقت میں چند جگہ ہو خواہ صرف اس کی روح ہو یا جسم مثالی یا خود اس کا بعینہ جسم۔ اسے مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ حاضر و ناظر کی تین صورتیں ہیں:-

(۱) ایک جگہ رہ کر تمام عالم کا مشاہدہ فرمانا۔

(۲) آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔

(بقیہ حاشیہ از صـ)

سے کسی ایک کو بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ جس میں نہ مجاز کا شائبہ ہے اور نہ تاویل کا توہم دائم و باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر اور طالبان حقیقت نیز اپنی طرف متوجہ ہونے والوں پر فیضان کرنے والے اور ان کی تربیت فرمانے والے ہیں۔

۱؎ اس میں شک نہیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا

(۲) ایک وقت میں چند جگہ ہوتا۔

بس یہی حاضر و ناظر سے ہماری مراد ہے۔

اکابرینِ دیوبند اور مسئلہ حاضر و ناظر

جناب مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں:-

"النبی اولی بالمومنین من انفسھم کو بعد لحاظ صلہ من انفسھم کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کے جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولی بمعنی اقرب ہے" (تحذیر الناس ص۱۰)

جناب مولوی اسماعیل صاحب دہلوی چوتھی ہدایت میں عشق کے بیان میں کوئلے اور آگ کی مثال دے کر کہتے ہیں:-

اسی طرح جب اس طالب کے نفس کامل کو رحمانی کشش اور جذب کی موجیں احدیت کے دریاؤں کی تہ میں کھینچ لے جاتی ہیں تو

(ص ۵)

...ما کان وما یکون ہونا ایک ہی حقیقت ہے تاہم اگر کسی کے لیے یہ مانا جائے ...اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی قوت قدسیہ عطا فرمائی ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں چند جگہ ...مکان میں سارے عالم کی سیر کر لیتا ہے تو ایسی صفت بھی کسی میں مان لینا بلاشبہ شرک نہیں

انا الحق اور "لیس فی جبتی سوی اللہ" کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے اور یہ حدیث قدسی کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بہا اور ایک روایت کی رو سے لسانہ الذی یتکلم بہ اسی حالت کی حکایت ہے۔" (ترجمہ صراط مستقیم صـ۱۳)

جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں۔

(۹) "ہم مرید بیقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از شخص شیخ دور است اما از روحانیت او دور نیست چوں ایں امر محکم دارد و ہر وقت بہ شیخ را بیاد دارد و ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بود و مرید در حال واقعہ محتاج شیخ بود شیخ را بقلب حاضر آوردہ بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ القا خواہد کرد مگر ربط تام شرط است و بسبب ربط قلب شیخ لسان قلب ناطق می شود و بسوئے حق تعالیٰ راہ می کشاید و حق تعالیٰ او را محدث می کند۔"

(امداد السلوک صـ۱۰)

ترجمہ:۔ مرید یہ بھی یقین جانے کہ شیخ کی روح ایک مکان میں مقید نہیں مرید جہاں بھی ہو دور یا نزدیک اگرچہ شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں ہے جب یہ بات پختہ ہو گئی تو ہر وقت پیر کی یاد رکھے اور دلی تعلق اس سے ظاہر ہو اور ہر وقت

اس سے فائدہ لیتا رہے مرید واقعہ کی حالت میں پیر کا محتاج ہوتا ہے۔ شیخ کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے۔ پیر کی روح اللہ کے حکم سے ضرور القا کرے گی۔ مگر پورا تعلق شرط ہے، اور شیخ سے اس تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویا ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف راہ کھل جاتی ہے اور حق تعالیٰ اس کو صاحب الہام کر دیتا ہے۔"

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

"ابویزید سے پوچھا گیا طے زمین کی نسبت آپ نے فرمایا یہ کوئی کمال کی چیز نہیں۔ دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے"۔

(حفظ الایمان صک)

مسک الختام صفحہ ۲۴۴ میں نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی والد اشعۃ اللمعات فرماتے ہیں:۔

"و بعضے عرفاء گفتہ اند کہ این خطاب بجہت سریانِ حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ذوات مصلّیان موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نہ بود تا از انوار قرب و اسرار معرفت منور و فائز گردد۔"

ترجمہ:۔ بعض عارفین نے کہا ہے کہ "التحیات" میں یہ خطاب

اس لیے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرّہ ذرّہ میں اور ممکنات
کے ہر فرد میں سرایت کیے ہے پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نمازیوں کی ذات میں موجود و حاضر ہیں۔ نمازی کو چاہیے کہ اس
معنی سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہو تاکہ قرب کے
انوار اور معرفت کے اسرار سے کامیاب ہو جائے۔

پھر مذکورہ بالا عبارت کے مفہوم کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے
اس شعر کا اضافہ کرتے ہیں:۔

در راہِ عشق مرحلۂ قرب و بعد نیست
می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

ترجمہ: عشق کی راہ میں دور و قریب کی منزل نہیں ہے۔ میں
تم کو دیکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں۔

اب ناظرین خود ہی ملاحظہ کریں کہ اگر ایک طرف تحذیر الناس هذا
نے حضور کو ہر مومن کی جان سے زیادہ قریب ثابت کر کے حضور کے بارے
میں حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ ظاہر کیا ہے تو دوسری جانب صراط مستقیم
نے حضور آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بڑی بات ایک معمولی انسان
کے بارے میں بھی اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ جب وہ فنا فی اللہ ہو جاتا
ہے تو خدائی طاقت سے دیکھتا سنتا، چھوتا اور بولتا ہے جب خدائی
طاقت اس کو سہارا دیئے ہوئے ہے تو کون سی طاقت ہے جو اس کو
عالم کی ہر چیز دیکھنے، ہر دور و نزدیک کی آواز سننے، قریب و بعید کی

چیزوں کو پکڑنے اور اس میں تصرف کرنے سے روک سکے یہی حاضر و
ناظر کا مطلب ہے"۔ "امداد السلوک" کی عبارت نے تو اور بھی غضب
کر دیا۔ رحمت عالم کا تو کیا پوچھنا اس نے تو ایک شیخ کے لیے بھی حاضر و ناظر کا
عقیدہ ثابت کر دیا اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اور بہت سی "تقویۃ الایمان شکن"
باتیں بتائی ہیں۔ مثلاً:۔

"(۱) مرید کا تصور شیخ میں رہنا (۲) پیر کا حاجت روا ہونا (۳)
مرید اپنے پیر سے مانگے خواہ وہ قریب ہو یا دُور (۴) پیر مرید کو
القا کرتا ہے۔ (۵) پیر مرید کا دل جاری کر دیتا ہے وغیرہ"۔

اب حفظ الایمان کو ملاحظہ فرمایئے جس میں یہ صاف اقرار ہے کہ
ایک آن میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جانا اہل اللہ تو کیا کفار و شیاطین
سے بھی ممکن ہے بلکہ ہوتا رہتا ہے۔ یہی تو حاضر و ناظر ہوتا ہے بس کہ اختتام
میں بھی حضور آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صرف نمازیوں ہی
کی ذات میں نہیں بلکہ ممکنات کے ذرہ ذرہ میں حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ
بالکل صاف اور صریح الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

اب کوئی نعمانی صاحب سے دریافت کرے کہ اگر ان آیات، احادیث
وغیرہ کا جو آپ نے ذکر کیا ہے یہی مطلب ہے کہ "حضور کے حاضر ناظر ہونے
کا عقیدہ مشرکانہ عقیدہ ہے" تو پھر بتایئے آپ کے ان اکابرین کے
ایمان کی کیا صورت رہ جاتی ہے؟

ف

"دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

مسئلہ حاضر و ناظر قرآن اور اس کی تفاسیر کی روشنی میں

قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

ویکون الرسول علیکم شہیدا۔

اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہوں۔

تفسیر روح البیان اس آیت کے تحت:۔

ھذا مبنی علی تضمین الشھید معنی الرقیب والمطلع والوجہ فی اعتبار تضمین الشھید الاشارۃ الی ان التعدیل والتزکیۃ انما یکون عن خبرۃ و مراقبۃ بحال الشاھد و معنی شھادۃ الرسول علیھم اطلاعہ مرتبۃ کل متدین بدینہ فھو یعرف ذنوبھم و حقیقۃ ایمانھم واعمالھم وحسناتھم وسیاتھم واخلاصھم ونفاقھم وغیر ذلک بنور الحق۔

یہ اس بناء پر ہے کہ کلمہ شہید میں محافظ اور خبردار کے معنی شامل ہیں اور اس کے معنی شامل کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ کسی کو عادل کہنا اور صفائی کی گواہی دینا گواہ کے حالات پر مطلع ہونے سے ہو سکتا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کی مسلمانوں پر گواہی دینے کے معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام ہر دیندار کے دینی مرتبہ کو پہچانتے ہیں۔ پس حضور علیہ السلام مسلمانوں کے گناہوں ان کے ایمان کی حقیقت، ان کے اچھے برے اعمال، اور ان کے اخلاص و نفاق وغیرہ کو نور حق سے پہچانتے ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:۔

وجئنا بك على هؤلاء شهيدا۔ — اور اے محبوب، تم کو ان سب پر گہبان بنا کر لا دیں گے۔

تفسیر نیشاپوری یہی آیت:۔

لانه روحه علیه السلام شاهد على جميع الارواح والقلوب والنفوس لقوله عليه السلام اول ما خلق الله نوری۔ — اس لیے کہ حضور علیہ السلام کی روح مبارک تمام روحوں اور دلوں اور نفسوں پر گواہ ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے میرا نور اول مخلوقات ہے۔

تفسیر مدارک یہی آیت:۔

ای شاهد على من آمن بالایمان وعلی من کفر بالکفر وعلی من نافق بالنفاق۔ — حضور علیہ السلام مومنوں پر ان کے ایمان، کافروں پر ان کے کفر اور منافقوں پر ان کے نفاق کے گواہ ہیں۔

ان آیات و تفاسیر سے پتہ چلا کہ حضور آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ازاول تا روز قیامت تمام لوگوں کے کفر و ایمان اور نفاق و اعمال وغیرہ سب کچھ جانتے پہچانتے ہیں۔ ایک شبہ یہاں پیدا ہو رہا تھا کہ شرعاً عینی شہادت ہی معتبر اور قابل قبول ہوتی ہے تو رسول اپنے اسلاف پر شاہد کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ ان کو دیکھا ہی نہیں۔ تفسیر نیشاپوری نے لقوله علیه السلام اول ما خلق الله نوری کہہ کر اس شبہ کو رفع

فرمایا اس لیے کہ جب نور احمدی ہی اول مخلوق ہے تو پھر اس کے اسلاف کا واسطہ کیسے کہا جا سکتا ہے ؟ اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ نور مصطفےٰ نے تمام ممکنات کا مشاہدہ نہیں فرمایا ؟ رہی ہماری شہادت کی مقبولیت تو وہ صرف اس لیے کہ وہ عینی شہادت ہی کی ترجمان ہے۔ رسول کی شہادت عینی کو سمجھنے کے لیے میدان حشر میں آنا پڑے گا۔ دیکھیے دیگر انبیاء کرام کی امتیں عرض کر رہی ہیں کہ خداوندا تیرے رسولوں نے ہم تک تیرے پیغام نہیں پہنچائے تھے۔ اس کے بعد یہ بھی تو دیکھئے کہ انبیاء علیہم السلام کیا فرما رہے ہیں۔ الٰہ العالمین ہم نے ان تک تیرے پیغام پہنچا دیئے تھے۔ امت محمدی ہماری شاہد ہے۔ لیکن کفار کہاں چپ رہنے والے تھے بول اٹھے "خداوندا! امت محمدیہ نے تو ان پیغمبروں کا زمانہ نہیں پایا تو بے دیکھے گواہی کیسے دی جا رہی ہے"۔ امت مصطفےٰ عرض کر رہی ہے "قادر! بندہ نواز! ہم سے تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا"۔ اب بحکم باری تعالیٰ حضور علیہ السلام دو باتوں کی گواہی دے رہے ہیں (۱) نبیوں نے تبلیغ کی (۲) میری امت والے قابل گواہی ہیں۔ لیجئے مقدمہ ختم ہو گیا۔ انبیاء کے حق میں ڈگری ہو گئی۔ کفار نے یہ جرح نہیں کی کہ رسول بھی تو ان انبیاء کے زمانہ میں نہ تھے تو پھر ان کی گواہی کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت کفار کو بھی یقین ہو جائے گا کہ رسول کی شہادت عینی ہے اور اس میں گنجائش کلام نہیں۔

اس واقعہ کی طرف قرآن پاک یوں اشارہ کرتا ہے:۔

وکذلک جعلناکم امۃً وسطًا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔

اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ۔

اب نعمانی صاحب فرمائیں کہ اگر عقیدۂ حاضر و ناظر مشرکانہ عقیدہ ہے تو کیا یہ آیات و تفاسیر مشرکانہ عقیدے کی تعلیم دے رہی ہیں؟

مسئلہ حاضر و ناظر اور حدیث شریف

مشکوۃ باب المعجزات میں ہے:۔

عن انس قال نعی النبی صلی اللہ علیہ وسلم زیدًا وجعفرًا وابن رواحۃ للناس قبل ان یاتیہم خبرہم فقال اخذ الرایۃ زیدًا فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذ ابن رواحۃ فاصیب وعیناہ تذرفان حتی اخذ الرایۃ سیف من سیوف

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے لوگوں کو زید اور جعفر اور ابن رواحہ کی خبر موت ان کی خبر آنے سے پہلے دے دی۔ فرمایا اب جھنڈا زید نے لیا اور وہ شہید ہوگئے پھر جعفر نے لیا اور وہ شہید ہوگئے پھر ابن رواحہ نے لیا اور وہ شہید ہوگئے درآں حالیکہ ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں یہاں تک کہ اللہ کی تلواروں میں خالد نے

اللہ یعنی خالد بن ولید، حتی فتح اللہ علیہم۔

ولید نے لیا۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح دے دی۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیر معونہ جو مدینہ منورہ سے بہت ہی دور ہے وہاں جو کچھ ہو رہا تھا اسے حضور علیہ السلام مدینہ سے دیکھ رہے تھے اور یہی ہے حاضر و ناظر ہونا۔

پتہ چلا کہ عقیدۂ حاضر و ناظر کوئی بے اصل اور بے بنیاد عقیدہ نہیں بلکہ بہت سی حدیثوں سے اس کا ثبوت دیا جا سکتا ہے۔ البتہ یہاں اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی ایک حدیث پر اکتفا کرتا ہوں۔

مسئلہ حاضر و ناظر اور علمائے ربانیین

نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض جلد سوم میں ہے:۔

الانبیاء علیہم السلام من جہۃ الاجسام والظواہر مع البشر وبواطنہم وقواہم الروحانیۃ ملکیۃ ولذا تری مشارق الارض ومغاربھا وتسمع اطیط السماء وتشم رائحۃ جبریل اذا اراد النزول علیہم۔

انبیائے کرام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر کے ساتھ ہیں اور ان کے باطن اور روحانی قوتیں ملکوتی ہیں اس لیے وہ زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھتے ہیں اور آسمان کی چرچراہٹ سنتے ہیں اور جبریل کی خوشبو پاتے ہیں جب وہ ان پر اترتے ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:-

"ذکر کن او را و درود بفرست
بروے علیہ السلام و باش در حال
ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالت
حیات و می بینی تو او را متادب با جلال
و تعظیم و ہیبت و حیا و بدانکہ وے
علیہ السلام می بیند و می شنود کلام ترا
زیراکہ وے علیہ السلام متصف است
بصفات الٰہیہ و یکے از صفات الٰہی
آنست کہ "انا جلیس من ذکرنی""

حضور علیہ السلام کو یاد کرو اور درود
بھیجو اور حالت ذکر میں ایسے رہو گویا
حضور حالت حیات میں تمہارے سامنے
ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب و اجلال
اور تعظیم و ہیبت و حیا سے رہو اور جان
لو کہ حضور علیہ السلام دیکھتے اور سنتے ہیں
تمہارے کلام کیونکہ حضور علیہ السلام صفات
الٰہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی
ایک صفت یہ ہے کہ اپنے ذاکر کا ہم نشین ہو

امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں:-

وقد قال علماؤنا لا فرق
بین موته وحیاته علیه السلام
فی مشاهدته لامته ومعرفته
باحوالهم ونیاتهم وعزائمهم
وخواطرهم وذلك جلی
عنده لاخفاء به۔

ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ حضور
علیہ السلام کی زندگی اور وفات میں کوئی
فرق نہیں وہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں اور
ان کے حالات نیات ارادے اور
دل کی باتوں کو جانتے ہیں یہ آپ کو بالکل
ظاہر ہے کوئی پوشیدگی نہیں۔

مدارج النبوۃ جلد دوم میں ہے:-

"اگر بعد ازاں گویند کہ حق تعا

اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالےٰ

"...سد شریف را طاقتے و قدرتے بخشیدہ
...ست کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف
بخشند۔ خواہ بعینہٖ خواہ بمثال خواہ
برآسمان خواہ بر زمین خواہ در قبر یا
غیر وے صورتے دارد باوجود ثبوت
نسبت خاص بقبر در ہمہ حال۔"

نے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت
بخشی ہے کہ جس مکان میں چاہیں
تشریف لے جائیں خواہ بعینہٖ اس جسم سے
خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ زمین پر
خواہ قبر میں یا اس کے علاوہ تو درست
ہے باوجود اس کے قبر سے ہر حال میں خاص
نسبت رہتی ہے۔

صاحب روح البیان سورہ فتح کی آیت انا ارسلناک شاھدا
کے تحت فرماتے ہیں:۔

"فانہ لما کان اول مخلوق
خلقہ اللہ کان شاھدا بوحدانیۃ
الحق وشاھدا بما اخرج من
العدم الی الوجود من الارواح
والنفوس والاجرام والارکان
والاجساد والمعادن والنبات
والحیوان والملک والجن والشیطان
والانسان وغیر ذالک لئلا
یشذ عنہ ما یمکن للمخلوق
من اسرار افعالہ وعجائبہ۔"

چونکہ حضور علیہ السلام اللہ کی پہلی
مخلوق ہیں اس لیے اس کی وحدانیت
کے گواہ ہیں اور ان چیزوں کا شاہد
فرمانے والے ہیں جو کہ عدم سے وجود
میں آئیں۔ ارواح۔ نفوس۔ اجسام۔ معدنیات
حیوانات۔ فرشتے۔ جن۔ شیطان اور انسان
وغیرہ تاکہ آپ پر سب کے وہ اسرار اور
عجائب مخفی نہ رہیں جو کہ کسی مخلوق
کے لیے ممکن ہے۔

اسی جگہ کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں :-

"فشاهد خلقه وما جرى عليه من الاكرام والاخراج من الجنة بسبب المخالفة وما تاب الله عليه الى آخر ما جرى الله عليه وشاهد خلق ابليس وما جرى عليه".

حضور علیہ السلام نے حضرت آدم کا پیدا ہونا اور ان کی تعظیم ہونا اور خطا پر جنت سے علیحدہ ہونا، اور پھر توبہ قبول ہونا آخر تک کے ان کے سارے معاملات جو ان پر گذرے سب کو دیکھا اور ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گذری اس کو بھی دیکھا۔

ان مشائخ کرام کے ارشادات کو بغور ملاحظہ فرمایئے تو یہ راز منکشف ہو جائے گا کہ حاضر و ناظر کی جتنی صورتیں ہیں سب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں۔

نعمانی صاحب! اگر عقیدۂ حاضر و ناظر مشرکانہ عقیدہ ہے تو کیا اسلام کی ان معتمد علیہ ہستیوں کے ایمان کی کوئی صورت رہ جائے گی ؟

مسئلہ حاضر و ناظر اور فقہ

شامی جلد سوم باب المرتدین مطلب کرامات الاولیاء میں ہے :-

"وطيُّ المسافة منه لقوله عليه السلام زُويت لي الارض وبدل له ما قالوا فيمن كان في المشرق وتزوج

اور راستہ طے کر لینا بھی اس کرامت میں سے ہے، حضور کے فرمانے کی وجہ سے کہ میرے لیے زمین سمیٹ دی گئی اس پر وہ مسئلہ دلالت کرتا ہے جو کہ فقہا نے

امرأۃ بالمغرب کانت
یولد لہ یلحقہ وفی التاتارخانیہ
ان ھذہ المسئلۃ
تؤید الجواز"

کہا ہے کہ کوئی شخص مشرق میں ہو اور مغرب
میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے پھر
وہ عورت بچہ جنے تو بچہ اس مرد سے ملحق ہوگا
اور تاتارخانیہ میں ہے کہ یہ مسئلہ ان کرامات کے
جائز ہونے کی تائید کرتا ہے!

معلوم ہوا کہ مسئلہ حاضر و ناظر پر بعض فقہی مسائل بھی موقوف ہیں
مثلاً کہ زوج تو مشرق میں ہو اور زوجہ مغرب میں اور بچہ پیدا ہوا اگر
زوج کہتا ہے کہ بچہ میرا ہے تو بچہ اسی کا ہے کہ شاید یہ ولی اللہ ہو اور
کرامت سے اپنی بیوی کے پاس پہنچا ہو۔ تو اگر عقیدہ حاضر و ناظر
مشرکانہ اور بے بنیاد عقیدہ ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس مسئلہ کی خشت اوّل
فقہائے کرام نے شرک پر رکھی ہے اور اس مسئلہ کی کوئی اصل شرع
میں نہیں۔ لیجئے نعمانی صاحب کے سلف پر فقہاء کے ایمان کی بھی خیر
نہیں رہی!

مسئلہ حاضر و ناظر عقل کی روشنی میں

(۱) ایک جگہ رہ کر تمام عالم کا مشاہدہ فرمانا!

تفسیر خازن میں زیر آیت حتیٰ اذا جاء احدکم الموت الآیۃ ہے:

"جعلت الارض للملک
الموت مثل الطشت
یتناول من حیث شاء"

ملک الموت کے لیے ساری زمین
طشت کی طرح کر دی گئی ہے کہ جہاں
سے چاہے لیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ ساری زمینیں ملک الموت کے پیش نظر ہیں۔

(۲) "آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا"

خازن میں آیت:۔

"ما من اهل بیت شعر ولا مدر الا وملك الموت یطیف بهم کل یوم مرتین"	کوئی خیمہ اور مکان والے نہیں مگر ملک الموت ان کے پاس ہر روز دو بار جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ ملک الموت ساری کائنات کے ہر حیوان کے پاس دن میں دو دو بار آتے ہیں۔

(۳) "ایک وقت میں چند جگہ ہونا"

حضرات نکیرین کا ایک ساعت میں اور ایک وقت میں چند جگہ ہونا مسلمات سے ہے۔ مخالفین بھی اسے مانتے ہیں۔

ان تمام مسلمات کو سامنے رکھیے اور اس مسئلہ کی روشنی میں ان پر غور فرمائیے کہ "جو صفت کمال کسی مخلوق کو ملی وہ تمام علی وجہ الکمال حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی" پھر آپ کو عقیدہ حاضر و ناظر میں شرک کا شائبہ نظر نہ آئے گا۔

آج کے سائنٹفک دور میں جبکہ بجلی، تار، ٹیلی فون، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی طاقت و قوت کا یہ عالم ہے کہ آدھ سکنڈ میں زمین کے قطر کو طے کر لیتے ہیں اور جبکہ انسانی ترقیاں یہاں تک پہنچ چکی ہیں کہ ایک معمولی انسان بھی اپنی آواز کو ہزاروں میل دور تک اک آن میں پہنچا سکتا ہے

دوسرا آدمی اس بُعد کے باوجود اس آواز کو سُنتا ہی نہیں بلکہ بولنے والے کو دیکھتا بھی ہے۔ ایسے دَور میں مسئلہ حاضر و ناظر کو سمجھنے میں دقت نہیں ہونی چاہیے اس لیے کہ آج اس کی تقریب فہم کے بہت سے اسباب موجود ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عقیدۂ حاضر و ناظر کو مشرکانہ عقیدہ کہنا کوتاہ علمی اور کم مائگی دیانت کی روشن مثال ہے۔

نعمانی صاحب کے دلائل کا تجزیہ

اب نعمانی صاحب کی پیش کردہ آیات مبارکہ ملاحظہ فرمائیے اور اس کا صحیح مطلب سمجھیے۔

(پہلی دلیل)

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُوْنَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ۔ (آل عمران)	اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

(دوسری دلیل)

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا	یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں انہیں خبر دینے

اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا۔

سے پہلے نہ تم جانتے تھے نہ تمھاری قوم

(ہود)

(تیسری دلیل)

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ
نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ
لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ
وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ۔ (یوسف)

یہ غیب کی خبریں ہیں ہم تمھاری
طرف وحی کرتے ہیں تم ان کے پاس
نہ تھے جب انھوں نے اپنا کام پکا
کیا تھا اور وہ داؤں چل رہے تھے۔

(چوتھی دلیل)

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ
اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ
وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ۔

(قصص)

اور تم طور کی جانب غرب میں
نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا
حکم بھیجا اور اس وقت تم حاضر نہ تھے۔

(پانچویں دلیل)

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ
اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً
مِّنْ رَّبِّكَ۔

(قصص)

اور تم طور کے کنارے نہ تھے جب
ہم نے ندا فرمائی ہاں تمھارے رب کی
رحمت ہے (کہ تمھیں غیب کے علم دیئے)

انصاف کی نظر سے دیکھئے تو یہ تمام آیتیں اس بات پر نص ہیں کہ رسول اللہ

بذریعہ وحی علوم غیبیہ عطا فرمائے گئے اور ان سے صرف یہ بتانا مقصود ہے
کہ رسول ان جگہوں میں موجود نہ تھے باوجود اس کے آپ کا ان تمام واقعات
کا تفصیل سے بیان فرمانا آپ کے سچے نبی ہونے کی دلیل ہے۔ اب رہی
یہ بات کہ ان آیات میں "آپ یہاں نہ تھے" "وہاں نہ تھے" کا کیا مطلب
ہے؟ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کا وجود ہی نہ تھا ورنہ "کنت نبیا
وادم بین الماء والطین" (میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام
آب وگل میں تھے) اور اول ما خلق اللہ نوری (میرا ہی نور اول مخلوقات
ہے) کا کیا مطلب ہوگا؟ اس کا جواب قرآن پاک سے دریافت فرمایئے
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما کنت ثاویا فی اھل مدین تتلو علیھم اٰیتنا۔ — اور نہ تم اہل مدین میں مقیم تھے ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے۔

یہاں لفظ "ثاویا" قابل غور ہے۔ اس کا صاحب فی یا باء ہوتا
ہے تو اس کا معنی مقیم ہوتا ہے۔ اس طرح جب اس کا ظرف مکان یعنی
بلدی وغیرہ واقع ہوتے ہیں تو اس کے یہی معنی رہتے ہیں۔ اب تو تمام
آیات کا مطلب واضح ہوگیا کہ ما کنت بجانب الغربی، ماکنت
بجانب الطور اور ماکنت لدیھم کا معنی قرآن پاک کی مذکورہ
بالا تفسیر کی روشنی میں یہ ہوا کہ ماکنت ثاویا بجانب الغربی، ما
کنت ثاویا بجانب الطور اور ماکنت ثاویا لدیھم یعنی تم
ان جگہوں میں مقیم نہ تھے۔

مذکورہ بالا آیات میں ان تمام ظروف کا متعلق محذوف ہے اور وہ ہے شاہدیا جو اپنے متعلق سے مل کر کُنْتُ کی خبر ہو جائے گا لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ ان تمام آیات میں جسم اطہر کے ساتھ ان مواقع پر موجود ہونے کی نفی فرمائی گئی ہے۔ . . . . اس لیے کہ اقامت جسم کے ساتھ ہی ہوا کرتی ہے۔ آپ دیکھتے تو ہیں لیکن یہ نہ کہیں گے کہ ہم آسمان پر مقیم ہیں۔

ہماری حاضر و ناظر سے کیا مراد ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے نعمانی صاحب فرمائیں کہ ان آیات میں ان مواقع میں رسول کی اقامت کی نفی فرمائی گئی ہے یا آپ کے مشاہدہ کی؟ یہ آیات تو مشاہدہ کے سلسلہ میں بالکل خاموش ہیں پھر ان سے مشاہدہ کی نفی کیسے ہو سکتی ہے اور انھیں عقیدۂ حاضر و ناظر کے خلاف کس طرح رکھا جا سکتا ہے؟

اس آیت سے بھی دھوکا نہیں کھانا چاہیے جس میں فرمایا گیا ہے وَمَا کُنْتَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ اس لیے کہ یہاں شاہد کے معنی حاضر کے ہیں جیسا کہ خود نعمانی صاحب کو بھی اس کا اقرار ہے (ملاحظہ ہو حاضر ناظر صـ۳ــا) اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اس وقت آپ حاضر نہ تھے یعنی موجود بجسم پاک نہ تھے اور اس معنی کی تائید اس کے سیاق و سباق سے ہوتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت مشاہدہ کی نفی نہیں فرما رہی ہے۔

اب رہی وہ آیت جس میں ارشاد ہے مَا کُنْتَ تَعْلَمُھَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ ھٰذَا تو یہ بھی ہمارے اس عقیدہ کے خلاف

نہیں اس لیے کہ ہم خود اس کے قائل ہیں کہ حضور آیہ رحمت صلی اللہ علیہ و سلم کی قوت مشاہدہ اور ان کے علوم غیبیہ عطائے خداوندی ہی سے ہیں آپ حاضر و ناظر آپ ہی آپ نہیں بلکہ خدا کے فضل و عطا سے ہوئے ہیں۔ لہذا یہ آیت بھی ہمارے عقیدہ کے خلاف نہیں پیش کی جاسکتی۔

(چھٹی دلیل)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِي قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (البقرہ)

اور بعض آدمی وہ ہیں کہ دنیا کی زندگی میں ان کی بات تجھے بھلی لگے اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ لائے اور وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔

نعمانی صاحب کی پیش کردہ آیت کریمہ کے صحیح مفہوم سے باخبر ہونے کے لیے قرآن حکیم کی ایک دوسری آیت پاک ملاحظہ فرمائیے ارشاد ربانی ہے :۔

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ

اور ضرور تم ان کو بات کے طریقہ سے پہچان لوگے

مذکورہ بالا دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ بعض منافقین آپ کے حضور آکر ایسی باتیں بتاتے تھے جو سننے والے کو اچھی معلوم ہوتی تھیں مزید برآں وہ خدا کی قسمیں بھی کھاتے تھے اور آپ تو انھیں ان کے طرز کلام سے پہچان لیتے تھے ۔۔

معلوم ہوا کہ اللہ نے اپنے رسول کو دوست و دشمن پہچاننے کی صلاحیت دی ہے۔ اب نعمانی صاحب کا یہ کہنا کہ رسول بعض منافقین کے باطن سے بے خبر تھے آیت وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ کا دبے الفاظ میں انکار ہے۔

ساتویں دلیل

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ (المنافقون) — اور جب تو انھیں دیکھے ان کے جسم تجھے بھلے معلوم ہوں اور اگر بات کریں تو تو ان کی بات غور سے سنے۔

تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ کا ترجمہ "تو آپ اس کو سچ سمجھ لیں" کرنا جیسا کہ نعمانی صاحب نے کیا ہے بالکل غلط ہے۔

ابن ابی جبیر، خوب رو، خوش بیان آدمی تھا اور اس کے ساتھ والے منافقین بھی قریب قریب ویسے ہی تھے۔ حضور رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جب یہ لوگ حاضر ہوتے تو خوب باتیں بناتے جو سننے والے کو اچھی معلوم ہوتیں۔ یہ آیت مبارکہ اس بات کی طرف اشارہ فرما رہی ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حضور بھی ان کے باطن سے بے خبر تھے۔ ورنہ پھر آیت لتعرفنھم الخ کا کیا جواب ہوگا۔ ہاں یہ بات ضرور تھی کہ آپ انھیں اپنا دشمن جانتے ہوئے بھی اپنی مجلس سے نہ نکالتے تھے اس لیے کہ ابھی اللہ عز وجل نے ان کے ساتھ سختی کا حکم نہیں

صادر فرمایا تھا۔

نعمانی صاحب کی معنی آفرینی اور طرز استدلال پر قربان جائیے۔ ان کی حالت اس شخص سے بالکل مختلف نہ ہوگی جو کہتا ہے کہ "خدا ہر جگہ نہیں" اور دلیل یہ لاتا ہے کہ دیکھو غار ثور میں جب حضرت صدیق کفار کی آمد سے پریشان ہوئے تھے تو رسول اللہ نے یہی تو فرمایا تھا "لاتحزن ان اللہ معنا" غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ نہیں۔ لہذا خدا ہر جگہ نہیں کیونکہ کفار بھی تو عالم ہی میں تھے۔

اسی طرح ان کی حالت اس شخص سے بھی مختلف نہ ہوگی جو کہتا ہے کہ "اللہ کی سلطنت ساری کائنات پر نہیں" اور دلیل میں یہ کہتا ہے کہ حضور نے غزوۂ احد سے فارغ ہوکر کفار سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ اللہ مولانا ولا مولی لکم" اللہ ہمارا مولا ہے تمہارا مولی کوئی نہیں۔ مولی یہاں یعنی والی ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالی کی سلطنت وحکومت صرف مسلمانوں پر ہے کفار پر نہیں تو پھر وہ ساری کائنات کا مالک کیسے ہوا؟ نعمانی صاحب فرمائیں کیا آپ ان دونوں اشخاص کے استدلال کو قبول کرلیں گے اور ان احادیث کی کوئی توجیہ نہ کریں گے! ان کو کہنا ہی پڑے گا کہ استدلال سے پہلے مستدل کو یہ دیکھنا ضروری تھا کہ اس کا مدعی جس پر وہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے دلیل لایا ہے دوسرے نصوص شرعیہ کے مخالف تو نہیں اگر مخالف ہے تو اس کے استدلال کی اہل علم کے نزدیک کوئی قیمت نہ رہ جائے گی۔ اس نے

"ان اللہ معنا، لا مولیٰ لکم تو دیکھ لیا لیکن عالم الغیب و الشھادۃ لہ ما فی السموات و ما فی الارض، کو قطع نظر کر دیا ورنہ اسے بھی اقرار کرنا پڑتا کہ ان اللہ معنا کا مطلب یہ ہے کہ "اللہ کی مہربانیاں ہمارے ساتھ ہیں" اس طرح لا مولیٰ لکم کا معنی یہ ہے کہ "تمہارے لیے کوئی مہربان والی نہیں" اللہ والی ضرور ہے لیکن تمہارے حق میں قہار ہے۔

نعمانی صاحب سے کوئی پوچھے کہ جب ان دو کلاموں میں توجیہ ہو سکتی ہے تو پھر انھوں نے اپنے زعم فاسد کو آیات واحادیث کی روشنی میں صحیح راستے پر کیوں نہیں لگایا؟

(آٹھویں دلیل)

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (توبہ)	اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہو گئی ہے نفاق تم انھیں نہیں جانتے ہم انھیں جانتے ہیں۔

تفسیر جمل میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

"فان قلت کیف نفی عنہ علم بحال المنافقین واثبتہ فی قولہ تعالیٰ ولتعرفنہم فی لحن القول فالجواب ان	اگر تم کہو کہ حضور آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے منافقین کا حال جاننے کی نفی کیوں کی گئی حالانکہ آیت لتعرفنہم فی لحن القول میں اس کے جاننے کا

...یة النفی نزلت قبل ایة الاثبات"

ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے اتری ہے۔

معلوم ہوا کہ اس آیت سے صرف اتنا استدلال کیا جا سکتا ہے کہ قبل اعلام رسول کو ان منافقوں کا علم نہ تھا تو یہ بات ہمارے خلاف نہیں ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔ لیکن آج کے لیے اس آیت سے رسول کا عدم علم ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

بہر حال یہ وہ قرآنی آیتیں ہیں جن کو غلط طور پر استعمال کر کے نعمانی صاحب نے اسلامی عقیدے سے انحراف کیا ہے۔

منافقین کے بارے میں رسول کو علم تھا یا نہیں، اس سلسلے میں اسلامی عقیدہ یہ ہے:۔

قال رسول الله علیه السلام عرضت علیّ امتی فی صورها فی الطین کما عرضت علی ادم واُعلمت من یومن بی ومن یکفر بی فبلغ ذالک المنافقین قالوا استهزاء زعم محمد انه یعلم من یومن به ومن یکفر ممن لم یخلق بعد ونحن

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم پر ہماری امت پیش فرمائی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم پر پیش ہوئی تھی ہم کو بتا دیا گیا کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کو پیدائش

معه وما يعرفنا فبلغ ذالك
رسول الله عليه السلام
فقام على المنبر فحمد الله
واثنى عليه ثم قال ما بال
اقوام طعنوا في علمي لاتسئلوني
عن شيئ فيما بينكم وبين
الساعة الا انبأتكم به۔
(تفسیر خازن پارہ ۲۲ زیر آیت
"ماکان الله لیذر المومنین علی ما
انتم علیه")

سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہو گئی
ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو نہیں
پہچانتے۔ یہ خبر حضور علیہ السلام کو
پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے
اور خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا
کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے
علم پر طعنے کرتی ہیں ابھی قیامت تک
کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے
پوچھو گے ہم تم کو خبر دیں گے۔

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ قیامت تک کے سارے واقعات رسول کے علم میں ہیں اور آپ کے علم پر طعنہ کرنا منافقین کا کام ہے وہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رسول کے فرمان کو سُن کر منافقین کے ذہن میں بھی وہی خلش پیدا ہوئی تھی جو نعمانی صاحب کے ذہن میں کروٹیں بدل رہی ہے کہ "رسول کو منافقین کا علم نہ تھا" (ملاحظہ ہو۔ حاضر ناظر ۲۳)

نعمانی صاحب نے ان آیات کے بعد کچھ حدیثیں بھی نقل کی ہیں اور اپنے مفروضہ خیال کو ثابت کرنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے انہوں نے ایک حدیث بہت طویل پیش کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

(نویں دلیل)

"زید بن ارقم نے ابن ابی کی شکایت کی کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے کہ لا

تنفقوا علی من عند رسول اللہ مسلمانوں کو کچھ خرچ نہ دو۔

عبد اللہ ابن ابی نے بارگاہ عالی میں آکر جھوٹی قسم کھالی کہ میں نے

یہ نہیں کہا تھا فصدقھم وکذبنی حضور علیہ السلام نے اس کو سچا

مان لیا اور مجھ کو جھوٹا۔ (ملخصاً)

اس کے بعد نعمانی صاحب تفریع فرماتے ہیں:-

اگر حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ابن ابی کی غلط قسم کی تصدیق

کیوں کردی اجب آیت کریمہ نے نازل ہو کر زید ابن ارقم کی تصدیق

کی تو یہ سچے ہوئے۔ (ملاحظہ ہو: حاضر ناظر صفحہ ۵۰)

اس حدیث کی روشنی میں اعتراض کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ نعمانی صاحب

اسلامی طریق فیصلہ سے قطعی بے خبر ہیں۔ انھیں معلوم نہیں کہ البینۃ

علی المدعی والیمین علی ما انکر۔ شرعی مقدمہ میں اگر مدعی گواہی پیش

کرکے بینہ قائم نہ کرسکا اور مدعا علیہ نے اس کے خلاف قسم کھالی تو وہ

مقدمہ جیت لے گا۔ کیونکہ فیصلہ مدعی کی گواہی یا مدعا علیہ کی قسم پر ہوتا ہے'

ذاتی علم پر نہیں جب قرآن پاک نے حضرت زید کی گواہی دی تب اس

گواہی سے ان کی تصدیق ہوئی۔ اگر ذاتی علم پر فیصلہ کرنا اسلامی طریقہ ہوتا

تو قیامت میں امت احمدی سے انبیاء کے حق میں گواہی لینا اور مشرکین سے

اعضاء و جوارح کو ان کے شرک پر گواہ بنانا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا اللہ کو

اس کا علم نہیں؟ ضرور علم ہے لیکن قانون کی پابندی مقصود ہے۔ اور

کذبنی کا یہ ترجمہ کرنا کہ "مجھے جھوٹا فرمایا!" (جیسا کہ نعمانی صاحب نے کیا ہے) غلط ہے بلکہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "میری بات نہ مانی" کیونکہ جھوٹا فاسق ہوتا ہے اور تمام صحابہ عادل ہیں اور کسی مسلمان کو بلا دلیل فاسق نہیں کہا جا سکتا۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث سے بھی رسول کے عدم علم پر دلیل نہیں پکڑی جا سکتی اس لیے کہ یہ حدیث اس بارے میں سکوت فرما رہی ہے اور وہ حدیث جو میں نے اس سے پہلے نقل کی ہے وہ تو اس بات پر نص ہے کہ رسول کو منافقین کا علم حاصل تھا۔ نعمانی صاحب نے اس حدیث کو کیوں نہیں پیش کیا؟ ارباب انصاف دل پر ہاتھ رکھ کر غور فرمائیں!

دسویں دلیل!

لا یبلغنی احدٌ علی احدٍ من اصحابی شیئاً فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم	کوئی شخص ہم سے کسی صحابی کی بات نہ لگائے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے پاس صاف دل آیا کریں۔

الصحیح ۱۷/۱۔

لہ لفظ کذب کے محل استعمال کے سلسلے میں جناب سید مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کی یہ تحریر بھی ملاحظہ ہو۔

"اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ عہد صحابہ میں جب آپس میں مسائل کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے لفظ "کذب" استعمال کیا جاتا تھا تو وہ خطا کے معنی میں مستعمل ہوتا تھا جیسے کذب فلان ای

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳ پر

انبیاء علیہم السلام کے علم شہودی میں ہر وقت ہر چیز ہے مگر ہر چیز پر ہر وقت توجہ رہنا ضروری نہیں۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "شمائم امدادیہ" میں فرماتے ہیں:-

"لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نگاہ کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ اور حضرت عائشہ کے معاملات کی خبر نہ تھی اس کو دلیل اپنے دعوے کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے"۔

لہٰذا علم ہوتے ہوئے بھی اگر توجہ نہ ہو تو وہ کعدم العلم ہے۔ اب اس حدیث کا مطلب صاف ہوگیا کہ "ہم کو لوگوں کی باتوں پر توجہ دلا کر کسی کی طرف سے ناراض نہ بنا دو"۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے ذرونی ما ترکتم جب تک ہم تم کو چھوڑے رہیں تم بھی چھوڑے رہو

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۳۶)

اخطاء۔ جو کذب ہمارے زمانہ میں بولا جاتا ہے جس کو جھوٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ مذکورہ واقعات میں مراد نہیں ہے۔ تلبیس ہے کہ عہد صحابہ کی اصطلاح اپنی زبان میں ڈھال کر عوام کے سامنے پیش کیا ہے جو سراسر غلط ہے۔ ۱۲

(ملاحظہ ہو، مکتوب ہدایت، صفحہ ۳۵ پر حاشیہ)

یہ حدیث بھی ہماری توجیہہ کی تائید فرما رہی ہے۔ نعمانی صاحب کو سوچنا چاہئے تھا کہ تحذیر الناس صے میں ہے:-

"ہر خاص و عام کو یہ بات واضح ہے کہ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں سو جیسے علم سمع اور ہے اور علم بصر اور، پر بایں ہمہ قوت حافظہ اور نفس ناطقہ میں یہ سب علوم مجتمع ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء باقی کو سمجھئے پھر ظاہر ہو کہ سمع و بصر اگر مدرک و عالم ہیں تو بالعرض ہیں ورنہ مدرک حقیقی اور عالم تحقیقی وہ عقل اور نفس ناطقہ ہے اسی طرح عالم تحقیقی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علمائے گزشتہ و مستقبل اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں۔"

تحذیر الناس نے تمام انبیاء اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل کو سمع و بصر کی منزل میں اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو نفس ناطقہ اور عقل کے درجہ میں رکھ کر یہ بتا دیا ہے کہ یہ ممکن نہیں کسی کو علم ہو اور رسول اس سے بے خبر ہوں اس لیے کہ رسول ہی تو اس کے مدرک حقیقی اور عالم تحقیقی ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ کہنا کہ "صحابہ بعض امور کا علم رکھتے تھے اور رسول اس سے بے خبر تھے" صرف ہمارے ہی نہیں تحذیر الناس کے بھی خلاف ہے۔

دگیارھویں دلیل:

"سیجاء برجال من امتی   لائے جائیں گے کچھ لوگ میری امت سے

فیوخذ بھم ذات الشمال
فاقول یارب اصحابی فیقول
انک لاتدری ما احدثوا
بعدک فاقول کما قال
العبد الصالح وکنت
علیھم شھیدا ما دمت
فیھم فلما توفیتنی کنت
انت الرقیب علیھم و
انت علی کل شیء شھید
ان تعذبھم فانھم
عبادک وان تغفر لھم
فانک انت العزیز الحکیم"

پس لے جایا جائے گا۔ ان کو بائیں
جانب (جہنم کی طرف) تو میں کہوں گا
اے رب یہ میرے اصحاب ہیں تو رب
فرمائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ انھوں نے
تمھارے بعد کیا نئے کام کیے تو میں بھی
کہوں گا جو خدا کے نیک بندے (حضرت
عیسیٰ) نے کہا اور میں ان پر مطلع تھا
جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے
مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا
تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے
اگر تو ان پر عذاب کرے تو یہ تیرے
بندے ہیں اور اگر انھیں بخش دے تو تو ہی
غالب حکمت والا ہے۔

نعمانی صاحب نے اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "حضور آیہ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن مومن وکافر کی پہچان نہ ہوگی اور کافروں کو بھی مومن سمجھیں گے" لیکن ذرا غور تو کیجیے کہ رسول خود ہی فرما رہے ہیں کہ قیامت میں ایک ایسی جماعت کو اصحابی کہوں گا جو میرے اصحاب نہ ہوں گے اس لیے لاتدری سے جواب ملے گا۔ اس کے بعد میں وہ آیت کریمہ تلاوت کروں گا جس میں حضرت عیسیٰ نے علم کی نسبت اللہ

تعالیٰ کی طرف کی ہے اور معاملہ اس کو تفویض کر دیا ہے نیز عظمت الٰہی کے آگے اپنی مسکینی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس سے پتہ چل گیا کہ رسول کو سب کچھ علم ہے ورنہ یہ سب فرماتے کیسے ؟

آخر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ آیت تلاوت فرمانا کیا معنی رکھتا ہے ؟ اس کا جواب تفسیر مدارک میں زیر آیت قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب یہ ہے :-

" قالوا ذالک تادبًا	انبیاء کرام نے یہ ادباً عرض کیا ہے
ای علمنا ساقط مع علمک	مطلب یہ ہے کہ ہمارا علم تیرے علم کے
فکانہ لا علم لنا "	ساتھ ساقط ہے پس گویا ہم کو علم ہی نہیں۔

مزید تفصیل کے لیے تفسیر کبیر اسی آیت کے تحت ملاحظہ کر لیجئے :

" ان الرسل علیھم السلام	انبیاء کرام نے جبکہ یہ جان لیا کہ
لما علموا ان اللّٰہ عالم لا یجھل	اللہ عالم ہے بے علم نہیں۔ حلیم ہے سفیہ
حلیم لا یسفہ، عادل لا یظلم	نہیں۔ انصاف والا ہے ظالم نہیں۔ وہ
علموا ان قولھم لا یفید	سمجھ گئے کہ ان کی بات نہ بھلائی کا فائدہ
خیرًا ولا یدفع شرًا فرأوا ان	دے گی اور نہ مصیبت کو دفع کرے گی۔
الادب فی السکوت وتفویض	پس جان لیا کہ ادب خاموشی اور معاملہ
الامر الی علم اللّٰہ وعدلہ	کو اللہ کے علم و عدل کی طرف سپرد کر دینے
فقالوا لا علم لنا "	میں ہے لہٰذا انھوں نے عرض کیا ہم کو
	علم نہیں۔

ان تفاسیر سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں جہاں انبیائے کرام نے عظمت الٰہی کے آگے اپنی لاعلمی یا مسکینی و عاجزی کا اظہار کیا ہے، یہ محض ان کی شان ادب ہے..... اس حقیقت کو ذہن میں رکھنے کے بعد اب نعمانی صاحب کے خیال کی پرواز ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں۔

"اگر آپ اس دور میں ہر جگہ حاضر ناظر ہوتے تو قیامت میں یہ نہ فرماتے کہ کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم یعنی ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا۔" (حاضر ناظر ص۳)

لیجیے! نعمانی صاحب نے خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لی، اس لیے کہ ابھی وہ ص۲ پر لکھ چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ کے بعض منافقین کو نہیں جانتے تھے اور ان کی خفیہ ریشہ دوانیوں کی آپ کو خبر نہیں ہوتی تھی" اور کنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب تک رسول باحیات تھے ہر ایک کے حال سے خبردار تھے۔ لہٰذا نعمانی صاحب نے جو دعویٰ ص۲ پر بڑے زوردار لفظوں میں کیا ہے خود انہیں کی پیش کردہ دلیل سے باطل ہوگیا اور ان کو احساس تک نہ ہوا۔ ناحق بات پر مطلع کرنے کا یہی انجام ہوا کرتا ہے۔

اور اگر اس آیت کریمہ کا یہی مطلب لیجیے کہ حضور آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات دنیا سے بے خبر ہوگئے تو سوال پیدا ہوگا کہ وہ حوض کوثر سیراب کیسے کریں گے؟ شفاعت کس کی فرمائیں گے؟ جہنم سے کس کو نجات

دلائیں گے ؟ کیونکہ بقول نعمانی صاحب رسول کا تو یہ حال ہے کہ انھیں یہ علم ہی نہیں کہ میرے بعد یہ مسلمان رہے بھی یا نہیں ! ان کی موت ایمان پر ہوئی بھی یا نہیں ! کیا یہ سارے معاملے لاعلمی ہی میں ہوں گے اور لوگوں کو صرف اس شبہ پر سیراب کیا جائے گا کہ شاید یہ میرے ماننے والوں ایسے ہوں ؟ اس شک پر شفاعت کی جائے گی کہ ممکن ہے کہ ایمان ہی پر مرے ہوں ؟ اس تذبذب میں جہنم سے نجات دلائی جائے گی کہ ہو سکتا ہے کہ مرتد نہ ہوئے ہوں ؟ اور جب اسی شبہہ پر معاملہ ٹھہرا تو کیا عجب ہے کہ رسول کفار کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک برتیں اور مسلمانوں کے ساتھ وہ کریں جس کے کفار مستحق ہیں ۔ (معاذ اللہ)

نعمانی صاحب کی اس معنی آفرینی نے تو بہت ساری احادیث کو چیلنج دے رکھا ہے ، اس لیے کہ رسول تو فرماتے ہیں کہ ہم حوض کوثر پر صرف ایمان والوں کو سیراب کریں گے ، جہنم سے صرف مسلمانوں کو نجات دلائیں گے اور صرف مومنین ہی کی شفاعت کریں گے ۔ لیکن نعمانی صاحب کی گفتگو کے صرف دو ہی رُخ ہو سکتے ہیں ۔ ایک تو وہ جس میں رسول شک و ریب میں مبتلا ہوں گے کہ مومن کون ہے اور کافر کون اور دوسرا وہ جس میں رسول پہلے ذاتِ الٰہی سے مومن و کافر کی معرفت حاصل کریں گے پھر پہ امور انجام دیں گے پہلی صورت میں شفاعت و سیرابی اور نجات وغیرہ کو مومنین کے لیے احادیث کا خاص فرمانا غیر معقول ہو جائے گا ۔ رہی دوسری صورت تو یہ صرف اختراعی ہے ۔ اس کا ثبوت کسی ضعیف حدیث سے بھی نہیں لیکن اوجود

اس کے اگر اس آخری صورت کو بفرض محال مان لیا جائے پھر بھی نعمانی صاحب کے خیالات پر کاری ضرب لگے گی۔ اس لیے کہ اس صورت مفروضہ سے بھی کم سے کم اتنی بات تو روز روشن کی طرح نمایاں ہو جاتی ہے کہ روز قیامت شفاعت و سیرابی اور نجات سے پہلے ہی حضور آیہ رحمت علیہ السلام کو مومنین و کفار کی معرفت حاصل رہے گی۔

اس آیت کا آخری حصہ بھی تو دیکھ لیجئے۔ ان تعذبهم فانهم عبادک الآیۃ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ الٰہی میں یہ عرض صرف اسی لیے تھی کہ انھیں علم تھا کہ قوم میں بعض مومن ہیں اور بعض کافر، دیکھئے مدارک یہی آیت

قال الزجاج علم عیسیٰ ان منهم من امن ومنهم من اقام علی الکفر۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ ان میں کچھ مومن ہیں اور کچھ کافر۔

جب رسول علیہ السلام نے بھی اسی جملہ کو ادا فرمایا تو پتہ چلا کہ آپ کو بھی مومن و کافر کا علم ہے اور آپ جانتے ہیں کہ بعض کی موت ایمان پر ہوئی اور بعض کی کفر پر جب اللہ تعالیٰ نے یہاں تک رسول کو علم دے دیا تو کیا یہ نہ بتا دیا ہوگا کہ کس کی موت ایمان پر ہوئی ہے اور کس کی موت کفر پر ومن ادعی علی خلافه فعلیه البیان۔

نعمانی صاحب! ذرا غور فرمائیے! قیامت ہی کے دن تو مسلمانوں کی یہ علامت ہوگی کہ اعضاء وضو چمکیں گے، چہرہ نورانی ہوگا، یوم تبیض وجوہ داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال ہوگا، پیشانی پر سجدہ کا داغ روشن ہوگا

دیکھیے مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ) کفار و مرتدین کی علامتیں الگ ہوں گی وضوء وجوہ چمکدار ہی ہوں گی۔ ان لوگوں کو ملائکہ کا روکنا ان کے ارتداد کی خاص علامت ہوگی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اتنی علامات کے ہوتے ہوئے بھی حضور ان کو نہ پہچانیں!

کیا آپ کو وہ حدیث یاد نہیں جس میں حضور نے صحابہ کرام کو دو کتابیں دکھائی تھیں ایک میں جنتیوں کے نام تھے اور دوسری میں دوزخیوں کے۔ تو کیا رسول کا حافظہ (معاذ اللہ) اتنا کمزور ہے کہ قیامت میں سب کو بھلادیں گے؟

کم سے کم نعمانی صاحب کو یہی سوچ لینا چاہیے تھا کہ رسول افضل الخلائق (مخلوقات میں سب سے زیادہ فضیلت والے) اور اعلم الخلائق (یعنی مخلوقات میں سب سے زیادہ علم والے) ہیں۔

"یجب الاعتقاد بان محمدؐ اعلم الخلائق وافضلھم خلائق للہ وافضل"۔ یہ اعتقاد واجب ہے کہ حضور علیہ السلام اعلم الخلائق اور افضل المخلوقات ہیں۔

(تمہید للعلامۃ عبد الشکور سلمی۔ ماخوذ از مجموعہ فتاوی مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی)

سیف یمانی ص۸ میں ہے جس کے مصنف خود نعمانی صاحب ہیں:۔

"ہمارا اور ہمارے تمام اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے جس قدر علوم کا لیے عطا کیے اتنے ملائکہ مقربین اور

انبیا و مرسلین کی پاک جماعت میں بھی کسی کو نہیں دیئے"
التصدیقات مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھی مطبوعہ ہلالی پریس

ساڈھوڑہ میں ہے:۔

"ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے

اعلم ہے وہ کافر ہے" (ماخوذ از المہند)

معلوم ہوا کہ رسول کے اعلم الخلائق ہونے کا عقیدہ صرف اہل سنت و جماعت ہی کا نہیں آپ بھی اس کے دعوے دار ہیں۔ جب یہ تحقق ہے کہ رسول اعلم الخلائق ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ ملائکہ کو تو مرتدین کی خبر ہو اور وہ انہیں کھینچ کھینچ کر جہنم کی طرف لے جائیں لیکن خود رسول بے خبر ہوں کیا یہ رسول کی اعلمیت کے منافی نہیں ہے؟

یہاں شبہ ہو سکتا ہے کہ اعلم الخلائق ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ جو علم مخلوق کو ہو وہ رسول کو بھی ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجموعی حیثیت سے رسول کو زیادہ علوم حاصل ہیں۔ اس شبہ کا جواب تحذیر الناس کی اس عبارت میں دیکھئے جس کا میں ذکر کر چکا ہوں اور طوالت کے خوف سے اس کا اعادہ نہیں کر رہا ہوں۔

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ ہر چیز کا علم مجموعاً اور منفرداً ہر حیثیت سے صفت کمال ہے تو اگر ایک شخص کو ایک شے کا علم ہوا اور دوسرے کو اس شئے مخصوص کا علم نہیں حاصل ہوا تو ماننا پڑے گا کہ پہلے کو ایک صفت کمال حاصل ہوئی جو دوسرے کو نہیں ملی۔ اور رسول کو چونکہ مخلوقات کی تمام صفات کمالیہ حاصل

ہیں تو بلاشبہ ساری مخلوقات کو جس قدر علوم ودیعت کیے گئے ہیں رسول کو
تمام علی وجہ الکمال عطا فرمائے گئے۔

اب اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ لاتدری سے جواب کے
بعد رسول کا یہ آیت "وکنت علیھم شھیدا الخ" تلاوت کرنا بارگاہِ
ایزدی میں ان کی شان ادب ہے اور اسے ان کی لاعلمی پر محمول نہیں کیا
جا سکتا۔ لیکن آپ کا غیر اصحاب کو اصحابی کہنا اور رب تعالیٰ کا لاتدری
سے اس کا جواب دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک
یہ لاعلمی کی وجہ سے نہیں ورنہ وہ ساری خرابیاں لازم آئیں گی جن کا ذکر اوپر
کیا جا چکا ہے۔ بلکہ حضور آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اصحابی کہنا
طعن کے طور پر ہوگا کہ ان کو آنے دو یہ تو ہمارے بڑے مخلص صحابہ ہیں اور
رب تعالیٰ کا جواب ان کو سنا کر غمگین کرنے کے لیے ہوگا۔ اگر یہ مقصد نہ ہوتا
تو انھیں حوض کوثر تک آنے ہی کیوں دیا جاتا! بخاری ہی کی حدیث ہے۔

لیردن علی اقوام الخ (حوض پر) ہمارے پاس کچھ قومیں آئیں گی۔

طعن کی یہ کوئی ایک ہی مثال نہیں۔ قرآن میں ہے کہ جہنمی کافر سے
کہا جائے گا:

ذق انک انت العزیز الحکیم۔ (مزا چکھ تو تو عزت وکرم والا ہے)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج کو دیکھ کر فرمایا تھا ھذا ربی جس
طرح ان دو کلاموں کا مطلب سوا طعن کے کچھ نہیں ویسے وہ حدیث بھی ہے۔
ان تمام تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی کہ اس تیسری

حدیث سے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عدم علم پر دلیل نہیں لائی جاسکتی بلکہ اس سے تو اثبات علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔ انتباہ کے طور پر اسے بھی ذہن میں رکھئے کہ حدیث مذکور متعدد راویوں سے مختلف انداز میں مروی ہے۔ تمام کو اسی بیان کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔

(بارھویں دلیل)

من صلّی علیّ عند قبری	جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا میں
سمعتہ ومن صلّی علیّ نائیًا	اس کو خود سنوں گا اور جو دور سے درود
اُبلغتُہٗ، لہ	پڑھے گا وہ مجھ تک پہونچایا جائے گا۔

اس حدیث سے نعمانی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دور کی آواز نہیں سُن پاتے اس لیے کہ اگر آپ خود ہی دور کی آواز سُن لیتے تو کیا ضرورت تھی کہ ملائکہ اس کو آپ تک پہونچائیں! اس قیاس رائی

لہ یہ بھی خیال رہے کہ یہ روایت قابل استدلال نہیں اس لیے کہ ابوالفرج نے اس کو موضوعات میں داخل کیا ہے اور عقیلی نے اس کے متعلق کہا لا اصل لھذا الحدیث من حدیث الاعمش ولیس بمحفوظ یعنی اس حدیث کی طرق اعمش سے کوئی اصل نہیں اور نہ یہ محفوظ ہے اور امام سبکی علیہ الرحمۃ نے اس کو "معلل" قرار دیا کیونکہ اس کے راویوں میں محمد ابن مروان سدی متھم بالکذب ہے (تیسیر القاری) ثانیًا اگر قابل استدلال تسلیم کرلی جائے

کے بعد نعمانی صاحب یہ بھی ملاحظہ کریں کہ ہر انسان کے دائیں بائیں جو دو دو فرشتے کراماً کاتبین ہیں اور جو انسان کے ہر نیک و بد کو رقم فرما رہے ہیں جنھیں بارگاہ رب العزت میں پیش کیا جائے گا، تو اس صورت میں انھیں کے پیش کردہ معیار کے مطابق (معاذ اللہ) اللہ رب العزت سمیع و بصیر نہیں، ورنہ فرشتوں کو اپنی بارگاہ میں انسانوں کے اعمال کو پہونچانے کی زحمت کیوں دیتا! اسی طرح ان فرشتوں کی کیا ضرورت تھی جو اس کی بارگاہ میں بندوں کے شب و روز کے اعمال کی اطلاع لے جاتے! اب اگر نعمانی صاحب کا قیاس یہاں نہیں چلتا۔ تو پھر اس حدیث میں ان کی قیاس آرائی کا کیا محل تھا جبکہ اس حدیث کی روشنی میں قریب سے سننا تو ثابت ہے لیکن دور سے نہ سننا ثابت نہیں اور اگر نعمانی صاحب ابلاغ و اعلام اور عرض کی صورت میں عدم سماعت کو لازم قرار دیتے ہیں تو کیا حکم دیں گے اس صورت مذکورہ میں جس کا تذکرہ ابھی کر چکا ہوں؟

(حاشیہ بقیہ از صفحہ ۴۲۷)

تو وہ ساری گفتگو کی جائے گی جو میں نے متن کتاب میں کی ہے ——— یا ——— یہ کہا جائے گا کہ عالمگیر قوت سمع عطا ہونے سے پہلے کا یہ ارشاد ہے تاکہ اس حدیث میں اور ان احادیث میں تطبیق ہو جائے جن میں آپ کی عالمگیر قوت سمع مذکور ہے۔ ورنہ ارشادات نبوی میں تعارض لازم آئے گا جو محال ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ وہ اس نوع کی احادیث سے زیادہ سے زیادہ سماعت بعیدہ کی نفی کریںگے، لیکن مشاہدہ کی نفی نہیں کرسکتے اور جب مشاہدہ کی نفی نہیں تو عقیدۂ حاضر و ناظر پر اس حدیث سے کوئی ضرر نہیں پہونچے گا۔ جیسا کہ ہم حاضر و ناظر کی تفسیر میں عرض کرچکے ہیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ جب سماعت نہیں تو مشاہدہ بھی نہیں تو ان کی اس منطق سے یہ لازم آئے گا کہ ایک فرلانگ کے آدمی کو وہی دیکھ سکتا ہے جو ایک فرلانگ سے اس کی باتیں بھی سُن سکے۔ اس لیے کہ مشاہدہ کے لیے سماعت کو شرط قرار دیا گیا ہے گویا ان کے نزدیک قوت باصرہ و سامعہ کے لیے مساوات ضروری ہے اور یہ بلاشبہ ظاہر البطلان ہے۔

ہماری یہ گفتگو اس صورت میں ہے جبکہ بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ رسول علیہ السلام، دُور کی آواز نہیں سُن پاتے! ورنہ حق تو یہی ہے کہ رسول کی سماعت و بصارت ہماری جیسی نہیں۔ بلکہ یہ دونوں قوتیں وہاں یکساں ہیں۔ اس معنی کے تحت کہ رسول جہاں جہاں کا مشاہدہ فرماسکتے ہیں وہاں کی ہر نقل و حرکت اور ہر ہر بات کو بھی ملاحظہ فرماتے ہیں اب ایک حدیث ہم سے بھی سُن لیجئے۔ دلائل الخیرات کے خطبہ میں ہے:

"وقیل لرسول اللّٰہ علیہ السلام ارایت صلوٰۃ المصلین علیک ممن غاب عنک و من یاتی بعدک ما حالھما	حضور آیۂ رحمت صلے اللّٰہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ سے دُور رہنے والوں اور بعد میں آنے والوں کے درودوں کا آپ کے نزدیک کیا

عندك فقال اسمع صلوٰة اهل محبتی واعرفهم و تعرض علیّ صلوٰة غیرهم عرضًا؟[1]

حال ہے؟ فرمایا ہم محبین کے درود کو خود سنتے ہیں اور غیر محبین کا درود ہم پر پیش کیا جاتا ہے۔

ذرا آپ توجہ دیں کہ نعمانی صاحب نے جو حدیث پیش کی ہے وہ سماعت نائیہ اور عدم سماعت نائیہ کے سلسلے میں بالکل خاموش ہے اور میں نے جو حدیث بیان کی ہے اس سے دور کی سماعت منصوص ہے۔ لہذا النعمانی صاحب کی دیانت کا تو یہی تقاضا تھا کہ وہ اس حدیث کو بھی بیان فرما دیتے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے طے کر لیا ہے کہ اپنے خود ساختہ مذہب کی بظاہر جہاں جہاں تائید ہے اس کو تو اپنا لیا جائے باقی سے کیا مطلب!

---

[1] لیجئے ایک بہت ہی واضح حدیث اور بھی ملاحظہ فرماتے چلیے —— —— ایک مرتبہ مجمع صحابہ میں سرور کونین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تحدیث نعمت کے طور پر اپنی جہانگیر قوت بصر اور عالمگیر قوت سماع کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام وہ مبصرات جن تک تمھاری نظروں کی رسائی نہیں ہوتی میں ان کو دیکھتا ہوں اور وہ تمام مسموعات جن سے تمھارے کان آشنا نہیں ہوتے میں ان کو سنتا ہوں۔ چنانچہ اس واقعہ کو مؤرخین اسلام اور محدثین کرام امام ترمذی، امام ابن ماجہ امام ابونعیم جلیل القدر صحابی ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

جب حضور سے دُور کی سماعت ثابت ہے تو نعمانی صاحب کی پیش کردہ حدیث کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ حضور قریب والے کے درود کو صرف خود ملاحظہ فرماتے ہیں اور دور والے کا درود پہونچایا بھی جاتا ہے۔ آخر یہ تفریق کیوں ہوتی ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بندوں کی عزت افزائی ہے کہ درود کی بدولت

(حاشیہ از صفحہ)

بایں الفاظ نقل کرتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنِّی اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَئِطَّ لَیْسَ فِیْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدٌ لِلّٰهِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ہر اس شے کو دیکھتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھتے اور ہر اس آواز کو سنتا ہوں جس کو تم نہیں سنتے (چنانچہ بطور تمثیل ایک آواز کا ذکر فرمایا جس کو ہم نہیں سنتے وہ یہ کہ) آسمان چرچرایا اور اس کا چرچرانا درست ہے کیونکہ اس میں بقدر چار انگشت بھی ایسی جگہ نہیں جس پر فرشتہ پیشانی جھکائے اللہ کا سجدہ نہ کررہا ہو۔

اس حدیث سے اثبات مدعا اس طور پر ہوتا ہے کہ ——— ارای مالا ترون اور اسمع مالا تسمعون میں کلمہ ما عام ہے اور تخصیص پر کوئی قرینہ نہیں۔ اس ما میں دو احتمال ہیں ما موصولہ ہو یا ما نکرہ۔ اول تقدیر پر تو عموم ظاہر ہے کہ ما موصولہ کلمات عموم سے ہے اور دوسری تقدیر پر

ان غلاموں کا نام شہنشاہ انام کی بارگاہ میں آ گیا۔"

دوسری حدیث جو میں نے پیش کی ہے اس سے محبّین اور غیر محبّین کے لفظ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سماعت رسول اور بصیرت نبی کے آگے مسافت کا قرب و بعد کوئی فرق نہیں رکھتا یہاں تو دل کے قرب و بُعد پر نظر ہے۔

چونکہ چیز نفی میں ہے اس لیے عام ہو گیا کیونکہ نکرہ تحت نفی عام ہو جاتا ہے۔ بنظر ہر آن ہر وہ آواز اس میں داخل ہے جس کو مخاطبین نہیں سن سکتے خواہ وہ عالم کے کسی گوشہ سے اُٹھے۔ کرہ زمین کی ہو یا کرہ آب کی۔ کرہ ہوا کی ہو یا کرہ نار کی اکرہ سماوات کی ہو یا عرش و کرسی کی۔ خواہ انسان کی آواز ہو یا حیوانات کی نباتات کی ہو یا جمادات کی۔ جنات کی ہو یا فرشتوں کی یا ایسی مخلوق کی آواز ہو جس کو ہم نہیں جانتے۔ خواہ وہ آواز از روئے شرع محمود ہو جیسے حمد کی یا درود و سلام کی آواز یا مذموم ہو جیسے گال گلوچ یا الفاظ کفر و شرک کی آواز یا نہ محمود ہو نہ مذموم جیسے مباح باتوں کی آواز غرضکہ تمام عالم کی جملہ آوازوں پر یہ کلمہ مشتمل ہے ——— یہ رہی اسمع ما لا تسمعون کی تفصیلی صورت اسی پر ادری ما لا ترون کے ما کو قیاس کر کے اس کی تفصیلی صورت کو سمجھنا چاہیے یعنی ہر وہ چیز اس میں داخل ہے جس کو مخاطبین نہیں دیکھ سکتے خواہ وہ عالم کے کسی گوشہ کی ہو از کرات سماوی و ارضی کے کسی کرہ کی ہو انواع مخلوقات میں سے کسی نوع کی ہو خواہ وہ نوع ہمارے علم میں ہو یا ہمارے علم سے باہر ہو وغیرہ وغیرہ ——— خیال رہے کہ بتقدیر عموم، کلمہ ما غیر متناہی کو شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ

"دل پہ دلدار کی ہر وقت نظر رہتی ہے
اس کی سرکار میں کچھ بھی نہیں نیت کے سوا"

"گر بے منی و پیشِ منی در یمنی
گر با منی و در یمنی پیشِ منی"

لیکن اس سے کہیں یہ نہ سمجھ لیجئے گا کہ غیر محبین کا درود حضور سنتے ہی نہیں۔ سنتے تو ہیں لیکن آپ کی بارگاہ میں اس کی کوئی قدر نہیں۔ آپ کہیں گے آخر یہ کیسے معلوم ہوا تو سنئے۔ رسول محبین کے دور کا درود جو سماعت فرماتے ہیں اس کو ملائک بھی تو بارگاہِ رسول میں پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ نعمانی صاحب کی پیش کردہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ دور کا

(بقیہ حاشیہ از ص۵۲)

پہلا ما آمرئیات اور دوسرا مسموعات سے عبارت ہے، اور مرئیات و مسموعات از قسم موجودات ہیں معدومات نہ مرئی ہوتے ہیں نہ مسموع جب مرئیات و مسموعات از قبیل موجودات ہوئے تو ان کا غیر متناہی ہونا ممکن نہیں کیونکہ موجودات اگرچہ کثیر در کثیر ہوں غیر متناہی نہیں ہو سکتے (کما تقرر فی موضعہ) لیکن ایسے متناہی بھی نہیں کہ ہمارے شمار میں آسکیں!

(ماخوذ از تیسیر القاری بشرح صحیح البخاری)

ہر درود خواہ محب کا ہو یا غیر محب کا رسول کی بارگاہ میں بواسطہ ملائک پیش کیا جاتا ہے۔ اب اس حدیث میں جس کا میں نے ذکر کیا ہے، رسول کا ابلاغ کو غیر محبین کے درود کے لیے خاص فرمانا اور محبین کے درود کو ابلاغ و عرض سے نکال کر سماعت سے متعلق کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ ابلاغ تو دونوں صورتوں میں ہے تو پھر اس کو صرف ایک کے ساتھ مخصوص کرنا کسی فائدے کے ماتحت نہ ہوگا۔ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ غور کیجئے تو اس انداز کلام سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ جس طرح ابلاغ محب و غیر محب کے لیے عام ہے اسی طرح سماعت بھی عام ہے، سماعت کی تخصیص محب کے لیے اور ابلاغ کی تخصیص غیر محب کے لیے صرف اس لیے ہے کہ اس میں محبین کی عظمت کا اظہار مقصود ہے اور یہ بتانا ہے کہ محبین سے نہایت تقرب رکھتے ہیں۔

دلائل الخیرات کی حدیث کو ایک مرتبہ ذرا پھر ایمان کی روشنی میں دیکھئے اس میں ارشاد ہے کہ ہم محبین کے درود کو خود سنتے ہیں اور غیر محبین کا درود ہم تک پہنچایا جاتا ہے اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ محبت کا تعلق دل سے ہے۔ معلوم ہوا کہ مصلین کے دل کی حرکات رسول کے سامنے ہیں ورنہ پھر صلوۃ محبین و غیر محبین کا امتیاز کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے بھی رسول کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا۔

(تیرھویں دلیل)

نعمانی صاحب نے من صلی علیّ عند قبری کے تحت جوہر منظم اور الدرۃ المضیئۃ کی دو عبارتیں بھی نقل کی ہیں۔ ان دونوں عبارتوں میں ایک حدیث بھی منقول ہے۔ وہ حدیث ہمارے خلاف نہیں اور اس پر وہ ساری گفتگو کی جا سکتی ہے جو نعمانی صاحب کی پیش کردہ حدیث پر کی گئی ہے اس کو بھی اسمع صلوٰۃ اہل محبتی کی روشنی میں دیکھنا چاہیے اس حدیث کا جو مطلب "جوہر منظم" اور "الدرۃ المضیئۃ" کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ وہ حدیث صریح اسمع صلوٰۃ اہل محبتی اور اَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ کے معارض ہے، لہٰذا ہرگز سماعت نہیں ہو سکتی۔ ان دونوں عبارتوں کو پیش کر کے اگر نعمانی صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان علماء کے نزدیک عقیدہ حاضر ناظر صحیح نہیں تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے اس لیے کہ صاحب جوہر منظم علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں:۔

"ثم رایت ابن العربی صرح بما ذکرناہ من انہ لا یمتنع رؤیۃ ذات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بروحہ وجسدہ لانہ وسائر الانبیاء احیاء ردت الیہم ارواحہم بعد ما قبضوا واذن لہم

پھر میں نے حضرت شیخ اکبر ابن عربی کو دیکھا کہ آپ نے اس کی تصریح فرمائی جو ہم نے ذکر کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت روح مبارک و جسد شریف کے ساتھ ناممکن نہیں ہے اس لیے کہ آپ اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں۔ ان کی طرف روحیں

فی الخروج عن قبورهم و التصرف فی ملکوت العلوی والسفلی ولا مانع من ان یراه کثیرون فی وقت واحد۔

بعد قبض واپس فرما دی گئی ہیں اور ان کو اپنی قبروں سے نکلنے اور ملکوت علوی وسفلی میں تصرف کا اذن دے دیا گیا ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں کہ ان کو بہت سے لوگ ایک وقت میں دیکھیں۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کی زیارت ایک ہی وقت میں متعدد مقامات پہ ہو سکتی ہے اور یہ حضرات عالم علوی و سفلی میں تصرف کے اذون بھی ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو کہ متعدد مقامات پر ایک ہی وقت میں صرف اسی صورت میں زیارت ہو سکتی ہے جبکہ یہ مقدس ہستیاں ایک ہی وقت چند جگہ پہونچنے کی قدرت رکھتی ہوں اسی کو ہم حاضر و ناظر ہونا کہتے ہیں۔

صاحب الدرۃ المضیۃ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شرح شفا میں فرماتے ہیں:۔

" وحاصله انه طوی له الارض وجعلها مجموعة کهیئة کف فیه مرءة ینظر الی جمعها وطواها بتقریب بعیدها الی قریبها حتی اطلع علی ما فیها "

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے لیے زمین سمیٹ دی گئی اور اس کو ایسا جمع فرمایا گیا جیسے ایک ہاتھ میں آئینہ ہو اور وہ شخص اس پورے آئینے کو دیکھتا ہو اور زمین کو اس طرح سمیٹا کر دور والی کو قریب کر دیا گیا جس کے قریب بعید کی طرف تھا کہ اس نے دیکھ لیا ان تمام چیزوں کو

جو نہیں ہیں ہیں؟

اب یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ حضور آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زمین کی چیزوں کا مشاہدہ فرمالیا اور یہی ہے حاضر و ناظر ہونا۔

نعمانی صاحب، افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جواہر منظم اور الدرۃ الفخریہ ہمارے کتب خانہ میں موجود نہیں کہ میں آپ کے پیش کردہ حوالہ جات کو اس سے ملا کر سیاق و سباق کے سہارے اس پر تفصیلی گفتگو کروں اور اگر کسی حوالہ میں کوئی خیانت ملے تو اس کو بھی ظاہر کر دوں۔

میں نے خیانت کا نام اس لیے لیا ہے کہ بسا اوقات موقع پا کر آپ لوگ اس سے بھی نہیں چوکتے جیسی کی گئی ایک نظیر یہ "رد شہاب ثاقب" میں پیش کی گئی ہیں۔ طوالت کا خوف ہے ورنہ میں اس سے بھی تعرض کرتا۔

اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ انہیں کا کلام ہے تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت کیا جا سکے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سماعت نامیہ حاصل نہ تھی۔

مشاہدہ کے سلسلہ میں یہ اقوال بھی خاموش ہیں اور جب تک حاضر و ناظر کی تینوں صورتیں مفقود نہ ہو جائیں عقیدۂ حاضر و ناظر مجروح نہیں ہوتا۔

اب صرف سماعت کا جھگڑا رہ جائے گا۔ میں یہ پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ حدیث اسمع صلوٰۃ اہل محبتی اور اسمع ما لا تسمعون کی صراحت کے معارض کسی کا قول کب مسموع ہو سکتا ہے؟

نبوت کی سماعت کا اندازہ آپ اسی سے لگائیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز تقریباً تین میل سے سُن لی جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ حال ہے تو حضور کا کیا حال ہوگا!

اسی طرح کیا آپ کو یاد نہیں کہ حضرت عمر مدینہ میں منبر رسول پر اثنائے خطبہ میں یا ساریۃ الجبل کہتے ہیں اور حضرت ساریہ نہاوند سے جو مدینہ سے سینکڑوں میل دور ہے اس آواز کو سُن لیتے ہیں۔ جب غلاموں کی سماعت کا یہ عالم ہے تو آقا کی سماعت کو قیاس میں کیسے لایا جاسکتا ہے! (مشکوٰۃ باب الکرامات)

ہماری اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ نعمانی صاحب نے جو حدیث بیان کی ہے اور جو اقوال تحریر فرمائے ہیں اگر ان کو بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو ان سے بھی عقیدۂ حاضر و ناظر پر حرف نہیں آتا۔

نعمانی صاحب کو کم از کم نور الانوار (بحث تعارض) کے اس اصول کو دیکھ لینا چاہیے تھا کہ اَلْمُثْبِتُ اَوْلٰی مِنَ النَّافِیْ ثابت کرنے والے دلائل نفی کرنے والے سے زیادہ بہتر ہیں اور میں نے جو دلائل پیش کئے ہیں ان میں سماعت نائیہ کا ثبوت ہے۔ لہذا یہی قابلِ قبول ہوں گے۔

(چودھویں دلیل)

قرآن و حدیث کے بعد نعمانی صاحب نے علمائے کرام کے اقوال بھی تحریر فرمائے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔ شیخ ناگوری توضیح میں فرماتے ہیں:۔

ومنهم الذين يدعون
الانبياء والاولياء عند
الحوائج والمصائب باعتقاد
ان ارواحهم حاضرة تسمع
النداء وتعلم الحوائج
وذالك شرك قبيح وجهل
صريح قال الله تعالى ومن
اضل ممن يدعون من
دون الله۔

اور بعض لوگوں میں سے وہ ہیں
جو انبیاء کو پوجتے ہیں۔ (یعنی معبود یا
شریک معبود سمجھ کر پکارتے ہیں) حاجتوں
اور مصیبتوں کے وقت اس اعتقاد سے
کہ ان کی روحیں (بقدرت ذاتیہ ازلیہ)
حاضر ہیں اور ہماری پکار (بقوت سماعت
قدیمہ) سنتی ہیں اور ہماری حاجتوں سے
(بعلم استقلالی) خبردار ہیں۔ اور یہ نہایت
قبیح شرک ہے اور کھلی جہالت ہے۔ حق
تعالیٰ فرماتا ہے ان سے زیادہ گمراہ کون ہے
جو اللہ کے سوا دوسروں کو پوجتے ہیں۔

نعمانی صاحب! ہمارا پیش کیا ہوا ترجمہ دیکھ کر گھبرا نہ جائیے اور انصاف و دیانت کو سامنے رکھ کر دیکھئے کہ شیخ انگوری نے اپنا استدلال اس آیت کو بنایا ہے "ومن اضل ممن یدعون من دون اللہ" اس آیت میں یدعون کا ترجمہ صرف "پکارتے ہیں" کرنا بالکل غلط ہے۔ جلالین شریف دیکھئے جس میں علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ نے یدعون کا ترجمہ یعبدون فرمایا ہے۔

اگر آپ کو جلالین شریف کا ترجمہ راس نہ آئے اور اپنی ہی بات پر اصرار ہو کہ وہی ترجمہ صحیح ہے تو عرض کروں گا کہ اس ترجمہ کی تقدیر پر آیت کا مطلب

ہوا کہ

"من دون اللہ کا پکارنے والا سخت گمراہ ہے"

دیکھئے اس میں کسی قسم کی قید نہیں۔ نہ تو زندہ اور مردہ کی تفریق ہے اور نہ قرب
و بُعد کی۔ اسی طرح نہ وقت حاجت کی قید ہے اور نہ باعث عدم ضرورت
کی۔ غرض کہ آیت مطلق ہے۔ والمطلق یجری علی اطلاقہ اب اس
میں کسی قسم کی قید اپنی طرف سے لگانا اطلاقِ کتاب کا نسخ کرنا ہے، یہ نسخ
آپ کے وہم و گمان سے تو کیا خبرِ واحد سے بھی جائز نہیں کما تقرر فی
موضعہ اب آیت کے اطلاق کا تقاضا یہ ہوگا کہ غیر اللہ کو مطلقاً پکارنا
گمراہی ہے خواہ دور والے کو پکاریئے یا نزدیک والے کو، زندہ کو ندا دیجئے
یا مردہ کو، حاجت کے وقت بلایئے یا بغیر حاجت کے وغیرہ وغیرہ۔
اب روزمرہ کی زندگی میں جو ایک دوسرے کو پکارتا ہے اس کے بھی
جواز کی کوئی صورت نہ رہ جائے گی اور آپ بھی گمراہی سے نہ بچ سکیں
گے! لہذا فلاح کی یہی ایک صورت رہ گئی ہے کہ آپ یدعون کا
وہی ترجمہ فرمایئے جو علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا
معلوم ہوا کہ اس آیت کا وہی ترجمہ صحیح ہے جو میں نے ادا کیا ہے جب
یہ طے ہوگیا تو یہ ماننا پڑے گا کہ شیخ انگوری کے کلام میں بھی یدعون
اسی معنی پر محمول ہے ... اور دلیل میں کوئی مطابقت نہ رہ جائے
گی!

اسی طرح شیخ کے کلام ... اور ... مراد ہیں جو

صفات الٰہیہ ہوں یعنی ذاتی، ازلی، قدیم، استقلالی۔ اس لیے کہ حضور عطائی، سماع عطائی اور علم عطائی محبوبانِ بارگاہ کے لیے بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ بعض حدیثیں میں خود بیان کرچکا ہوں جن سے حضور آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور، سماع اور علم پر روشنی پڑتی ہے۔ لہٰذا اس کو شرک کہنا کھلی جہالت و گمراہی ہے۔

آپ اگر شیخ ناگوری کے کلام کو ظاہری معنی پر محمول کیجیے گا تو خود آپ کے بھی اکابرین اس فتویٰ کا شکار ہو جائیں گے جیسا کہ پہلے عرض کرچکا ہوں لیکن اس کے باوجود بھی آپ اپنے غلط ترجمہ پر مصر ہیں تو پھر کیا فتویٰ دیں گے حضرت حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو اپنے مریدوں اور شاگردوں کو یہ طریقہ تعلیم فرماتے ہیں کہ بوقت مصیبت پڑھیں:۔

نادِ علیاً مظہر العجائب	پکار علی کو جن کی ذات پاک
تجدہ عوناً لک فی النوائب	سے وہ کرامتیں اور فیض ظاہر ہوتے
کل ھم وغم سینجلی	ہیں جنھیں دیکھ کر عقلیں حیران ہیں جب
بولایتک یا علی یا علی	تو انھیں پکارے گا تو انھیں مصیبتوں اور
یا علی۔	آفتوں میں اپنا مددگار پائے گا۔ ہر پریشانی
(دیکھیے کتاب انتباہ فی سلاسل	اور رنج دور ہوتا ہے آپ کی ولایت سے یا علی
اولیا ءاللہ)	یا علی، یا علی۔

کیا اب بھی شیخ ناگوری کا کلام ہمارے خلاف پیش کیا جائے گا؟

(پندرھویں دلیل)

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں:۔

"انبیا و مرسلین علیہم السلام را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند۔"

انبیا اور مرسلین علیہم السلام میں خدائی صفات جیسے کہ علم غیب (ذاتی) اور ہر جگہ سے ہر شخص کی فریاد سننا (بالذات) اور تمام ممکنات پر قدرت (ذاتی) ثابت کرتے ہیں۔

میں نے ذاتی، بالذات وغیرہ کی جو قیدیں لگائی ہیں یہ کوئی میرا اپنا اختراع نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ تمام صفاتِ الٰہیہ ذاتی ہی ہیں خدا کی کسی صفت کو بھی عطائی ماننا کفر ہے۔

شاہ صاحب کی عبارت تو بالکل صاف ہے بے شک ایسا ماننے والا کافر ہے۔ لیکن اس کو ہمارے عقیدۂ حاضر و ناظر کے خلاف سمجھنا نادانی ہے جیسا کہ اس عبارت پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے۔ خود یہی شاہ صاحب آیت ویکون الرسول علیکم شہیدا کے تحت تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:۔

"رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر دین ہر متدین بدین خود

حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے

که در کدام درجه از دین کس رسیده
و حقیقت ایمان او چیست و
حجابے که بداں از ترقی محجوب مانده
است کدام است۔ پس بادی شناسند
گناہِ شما را و درجات ایمان شما را
و اعمال بد و نیک شما را و اخلاص
و نفاق شما را لہذا شہادت او در
دنیا و آخرت بحکم شرع در حق
امت مقبول و واجب العمل است۔"

ہیں کہ دین کے کس درجہ تک پہونچا
ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا
ہے اور کون سا حجاب اس کی ترقی سے
مانع ہے۔ پس حضور علیہ السلام تمہارے
گناہوں اور تمہارے ایمانی درجات
کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور
تمہارے اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں
لہذا ان کی گواہی دنیا و آخرت میں بحکم
شرع امت کے حق میں مقبول و واجب العمل ہے۔

دیکھا آپ نے کتنے پاکیزہ اور ایمان افروز انداز میں رسول کے حضور علمی پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ یہ بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ حضرت نے اپنے پہلے والے قول میں صفات ذاتیہ ہی کو مرکز بحث بنایا ہے۔

(سولھویں دلیل)

مفتاح القلوب میں ہے:۔

"و از کلمات کفر است ندا
کردن اموات غائبان را گمان
آنکہ حاضر اند مثل یا رسول اللہ
و یا عبد القادر و مانند آں"

اموات غائبانہ کو یہ گمان کرکے
آواز دینا کہ وہ حاضر ہیں بقدرت
ذاتیہ، مثلاً یا رسول اللہ، یا عبد القادر
اور اس کے مثل کہنا، (حضور بالاستقلال کے

گمان سے اکلمات کفر سے ہے۔

ہم نے ان عبارت میں جو مقدرات نکالے ہیں ان کے نکالنے کے بعد اس عبارت کا مطلب صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ مطلب نہ لیا جائے اور اس کو اس کے ظاہر پر رکھا جائے تو خود نعمانی صاحب کے اکابر بھی اس کا شکار ہو کر رہ جائیں گے۔ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں نیز کیا جواب دیا جائے گا شفا شریف کا جس میں فرمایا جا رہا ہے:۔

ان لم یکن فی البیت	جب گھر میں کوئی نہ ہو تو کہو اے
احد فقل السلام علیک	نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں
ایھا النبی ورحمۃ اللہ و	اور برکتیں ہوں۔
برکاتہ۔	

ایک شبہ ہو سکتا تھا کہ یہاں نبی علیہ السلام کو ندا تو دی گئی ہے لیکن ندا حاضر سمجھ کر کہاں دی گئی ہے لہذا اس شبہ کو علامہ علی قاری نے شرح شفا میں دفع فرمایا۔

لان روح النبی	کیونکہ نبی علیہ السلام کی روح
حاضر فی بیوت اھل	مبارک مسلمانوں کے گھر میں حاضر
الاسلام۔	ہے۔

اب آپ ہی ملاحظہ کیجئے کہ شفا و شرح شفا سے اگر ایک طرف رسول کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا تو دوسری طرف اس شبہ کا دفعیہ بھی ہو گیا اس لیے کہ جب روح نبی مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے تو اس

کو سلامی و ندا حاضر سمجھ کر ہی دی جائے گی۔ معلوم ہوا کہ مفتاح القلوب کی عبارت بھی ہمیں مضر نہیں۔

ستر ھویں دلیل

فتاوی بزازیہ میں ہے۔ جو کہے کہ مشائخ کی روحیں

"من قال ان ارواح حاضر ہیں اور جانتی ہیں تو وہ کافر

المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر" ہے۔

نعمانی صاحب! اگر بزازیہ کے قول کو اس کے اطلاق پر رکھا جائے تو خود آپ بھی زد میں آجائیں گے۔ جیسے آپ کے اکابرین کے اقوال شروع میں پیش کر دیئے ہیں ان کو دیکھئے اور کفِ افسوس ملیئے!

دوسری بات یہ بھی تو ہے کہ اس قول سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ کس جگہ مشائخ کو حاضر جاننا کفر ہے' ہر جگہ یا بعض جگہ۔ لہذا اگر کہیں بھی حاضر جانا تو کفر ہوا۔ اب بتائیے کہ کیا آپ ارواح مشائخ کو ان کی قبر یا مقام علیین یا برزخ وغیرہ جہاں بھی وہ رہتی ہوں وہاں حاضر مانتے ہیں کہ نہیں؟ سوائے ماننے کے چارہ ہی کیا ہے۔ لہذا آپ بھی اس کفر کی زد میں آگئے۔ اب چاروناچار آپ کو اس قول کے اطلاق میں تخصیص کرنی پڑے گی اور کم از کم اپنے اور اپنے اکابرین کو کفر سے بچانے کے لیے یہ کہنا پڑے گا کہ بزازیہ میں

جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر فرمایا جا رہا ہے یہ وہ حاضر و ناظر ہونا ہے جو کہ صفتِ الٰہی ہے یعنی ذاتی، قدیم، واجب بغیر کسی جگہ میں مقید ہوئے کہ ایسا حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہے کہ وہ ہر جگہ ہے لیکن کسی جگہ میں نہیں۔

انتباہ | اللہ رب العزت کو جو حاضر و ناظر کہا جاتا ہے وہ اپنے معنی حقیقی پر نہیں ہے بلکہ ماوّل ہے۔ شامی میں یا حاضر یا ناظر لیس بکفرٍ کے تحت ہے:

"فان الحضور بمعنی العلم شائع مایکون من نجوی ثلثۃ الاھو رابعھم والناظر بمعنی الرویۃ الم یعلم بان اللہ یری فالمعنی یا عالم یامن رأی"۔

کیونکہ حضور بمعنی علم مشہور ہے قرآن میں ہے نہیں ہوتا تین کا مشورہ مگر اب چوتھا ہوتا ہے اور ناظر بمعنی دیکھنا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا نہیں جانا کہ اللہ دیکھتا ہے۔ پس اس کے معنی یہ ہوئے کہ اے عالم اے دیکھنے والے!

شامی نے یہ بات بھی بتا دی کہ کسی کے حاضر ہونے کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ وہ ہر جگہ میں موجود ہو ورنہ رب تعالیٰ اس معنی میں حاضر نہ رہے گا۔ اس لیے کہ وہ زمان و مکان و کائنات سے پاک ہے۔

"لا یجری علیہ زمان ولا یشتمل علیہ المکان"۔

خدا پر نہ زمانہ گزرے اور نہ کوئی جگہ خدا کو گھیرے۔

بلکہ حاضر کا معنی عالم بھی ہے اس معنی کر کے بے شک باری تعالےٰ حاضر ہے۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہو گیا۔ کہ حاضر بمعنی الموجود فی کل الامکنہ۔ رب کی صفت نہیں ہو سکتی۔ اگر ہو گی تو مخلوق ہی کی صفت ہو گی۔

خاتمہ نعمانی صاحب کی سترہ دلیلوں کے تجزیہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حاضر و ناظر ہونے کی کئی صورتیں ہیں۔ لہٰذا جب تک یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ حضور ان میں کسی بھی صفت سے متصف نہیں اس وقت تک عقیدۂ حاضر و ناظر مجروح نہیں ہو سکتا اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ عقیدۂ حاضر و ناظر صرف یہی نہیں کہ جمہور علماء اہل سنت کا عقیدہ ہے بلکہ خود نعمانی صاحب کے اکابرین بھی اس کے مدعی ہیں۔ اب یہ جان لینا ضروری ہے کہ عقیدۂ حاضر و ناظر باب فضائل سے متعلق ہے جہاں حدیث ضعیف بھی معتبر ہے (کالنقش فی موضعہ) لہٰذا کوئی مخالف کسی حدیث کو ضعیف کہہ کر عقیدۂ حاضر و ناظر سے دامن نہیں بچا سکتا یہ اصولی بات ہے اس کا ذہن میں رہنا بہت ضروری ہے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ عقیدۂ حاضر و ناظر کا باب عقائد میں وہ درجہ نہیں جو عقیدۂ صوم و صلوٰۃ کا ہے کہ اس کا منکر کافر ہو جائے اور نہ وہ حیثیت ہے جو عقیدۂ تفضیل الشیخین کی ہے کہ اس کا نہ ماننے والا گمراہ کہلائے البتہ اس کو مشرکانہ عقیدہ کہنا ضرور گمراہی اور دین و دیانت کو خیرباد کہنا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

کتابیات

۱۔ قرآن حکیم

۲۔ تفسیر روح البیان — علامہ شیخ ابو الفداء اسمٰعیل حقی آفندی

۳۔ تفسیر کبیر — امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی (المتوفی سنہ ۶۰۶ھ)

۴۔ تفسیر جلالین — علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی سنہ ۹۱۱ھ) و علامہ جلال الدین محلی (متوفی ۸۶۴ھ)

۵۔ تفسیر خازن — علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی معروف بہ خازن

۶۔ تفسیر مدارک — علامہ عبد اللہ بن احمد بن محمود حافظ الدین ابو البرکات نسفی

۷۔ تفسیر جمل — علامہ سلیمان جمل۔

۸۔ تفسیر نیشاپوری — علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری

۹۔ تفسیر فتح العزیز — حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی سنہ ۱۲۳۹ھ

۱۰۔ مشکوٰۃ — شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب عمری

۱۱۔ شامی — علامہ سید محمد امین المعروف ابن عابدین

۱۲۔ شفا شریف — علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ (متوفی سنہ ۵۴۴ھ)

۱۳۔ شرح شفا — علامہ علی قاری (المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ)

۱۴۔ نسیم الریاض شرح شفا شریف — علامہ احمد شہاب الدین الخفاجی المصری (المتوفی سنہ ۱۰۶۹ھ)

۱۵۔ دلائل الخیرات — علامہ ابو عبد اللہ سید محمد سلیمان

۱۶۔ فتاویٰ حدیثیہ	علامہ ابن حجر مکی۔
۱۷۔ نور الانوار	شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون صدیقی امیٹھوی (المتوفی سنہ ۱۱۳۰ھ)
۱۸۔ بشیر القاری بشرح صحیح البخاری	علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی
۱۹۔ سلوک اقرب السبل	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی
۲۰۔ مجموعہ فتاویٰ	مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی
۲۱۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۲۲۔ رد شہاب ثاقب	حضرت مولانا شاہ اجمل صاحب سنبھلی
۲۳۔ مواہب لدنیہ	امام شہاب الدین احمد قسطلانی (المتوفی سنہ ۹۲۳ھ)
۲۴۔ مدارج النبوت	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی (المتوفی سنہ ۱۰۵۲ھ)
۲۵۔ شمائم امدادیہ	حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی
۲۶۔ المہند	مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی
۲۷ التصدیقات	مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی
۲۸۔ تحذیر الناس	مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی (م سنہ ۱۲۹۷ھ)
۲۹۔ صراط مستقیم	مولوی اسماعیل صاحب دہلوی (م سنہ ۱۲۴۶ھ)
۳۰۔ امداد السلوک	مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی
۳۱۔ حفظ الایمان	مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

۳۲۔	مسک الختام	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ([illegible])
۳۳۔	سیف یمانی	مولوی محمد منظور نعمانی
۳۴۔	رسالہ حاضر ناظر	مولوی محمد منظور نعمانی
۳۵۔	مکتوب ہدایت	ناشر مکتبہ رحیمیہ دیوبند

مطبوعات محدث اعظم اکیڈمی

کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد

۱۔ حیات غوث العالم

۲۔ دستور جماعت اسلامی کا تنقیدی جائزہ

اور

تین سوالوں کا جواب

۳۔ مسئلۂ حاضر و ناظر

۴۔ التحقیق البارع فی حقوق الشارع

۵۔ دستور جماعت اسلامی کا تنقیدی جائزہ

اور

تین سوالوں کا جواب

دوسرا ایڈیشن مع اضافہ

۶۔ اسلام کا تصور الٰہ

اور

مودودی صاحب

کے

اشاعتی پروگرام کی ایک جھلک

۱۔ حیات غوث العالم (ہندی ایڈیشن)

۲۔ قرآن حکیم کے پہلے پارے کا اردو ترجمہ مع تفسیر

۳۔ سیرت امام اعظم

۴۔ اسلام کا نظریۂ عبادت

اور

مودودی صاحب

۵۔ افکار و نظریات (حضور محدث اعظم ہند کے مضامین کا مجموعہ)

۶۔ تجدید و احیائے دین کا تحلیل و تجزیہ

۷۔ حضرت غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ

کے

اردو، ہندی اور انگلش
